

# معراج کا شہرہ آفاق سفر



# معراج کا شہرہ آفاق سفر

## اعجازی مشاہدات اور عظیم مذہبی انقلاب

مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت

Publisher:

M. M. TAHIR & AZHAR CHAUDHRY  
1470 - BLOOR STE 507, MISSISSAUGA ONT  
LUX 1R6, CANADA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## قرآنی سائنس

جس طرح تمام آسمانی کتابوں کا مغز قرآن شریف ہے اسی طرح زندہ خدا کی اس زندہ کتاب کا لطیف ترین خلاصہ سورۃ فاتحہ ہے جس کی آیت ”الحمد لله رب العالمین“ میں قرآنی سائنس کے وسیع سمندر کو صرف چار لفظوں سے منعکس کیا گیا ہے جو فی ذاتہ بھاری معجزہ ہے۔ اور اسکی حقیقی معرفت سورہ آل عمران آیت ۹۲ کے اس عظیم الشان نکتہ سے ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو قیام و قعود ہی میں نہیں، پہلوؤں کے بل بھی آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں، بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تُو نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ تُو پاک ہے پس ہمیں اپنی ناراضگی کی آگ کے عذاب سے بچالے۔ یہ ہے قرآنی سائنس جس کو پیش نظر رکھ کر قرآنی سائنسدان تمام جہانوں کی ریسرچ کرتا اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بے شمار جلوے دیکھ کر سر تپا احمد بن جاتا ہے۔

## رب العالمین کی بصیرت افروز تفسیر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

”زبان عرب میں رب کا لفظ سات معنوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں۔ مالک۔ سید۔ مدبر۔ مربی۔ قیم۔ منعم۔ تتم۔ چنانچہ ان سات معنوں میں سے تین معنی خدا تعالیٰ کی ذاتی عظمت پر دلالت کرتے ہیں مجملہ ان کے مالک ہے اور مالک لغت عرب میں اسکو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو اور جس طرح چاہے اپنے تصرف میں لاسکتا ہو اور بلا اشتراک غیر اس پر حق رکھتا ہو اور یہ لفظ حقیقی طور پر یعنی بلحاظ اُس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں پاسکتا کیونکہ قبضہ تامہ اور تصرف تامہ اور حقوق تامہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کے لئے مسلم نہیں“ (”من الرحمن“ صفحہ ۷-۸ حاشیہ)

حضرت اقدس نے اپنی کتب اور ملفوظات میں واضح فرمایا ہے کہ عالم کے معنی یہ ہیں جس سے مدبر بالا ارادہ اور کامل و یگانہ صانع پر اس شان سے دلالت کرے اور اس کا علم اور خبر دے کہ کائنات کے صانع پر ایمان لانے کے لئے طالب حق کو مجبور کر دے اور اسے مومن بندوں تک پہنچا دے۔ حضور نے ”عجاز المسح“ میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ عالمین سے مراد مخلوق کو پیدا کرنے والے خدا کے سوا ہر ہستی ہے، خواہ وہ عالم ارواح سے ہو یا عالم اجسام سے اور خواہ وہ زمینی مخلوق میں سے ہو یا چاند اور ان کے علاوہ دیگر اجرام کی مانند کوئی چیز ہو، یہ سب جناب باری تعالیٰ کی ربوبیت کے تحت داخل ہیں۔ حضور انور ”کشتی نوح“ صفحہ ۳۸ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”رب العالمین کیسا جامع کلمہ ہے۔ اگر ثابت ہو کہ اجرام فلکی میں آبادیاں ہیں تب بھی وہ آبادیاں اس کلمہ کے نیچے آئیں گی“

جیسا کہ لغت سے ثابت ہے رب کے معنی مالک کے بھی ہیں۔ حضور نے اس نقطہ نگاہ سے ”رب العالمین“ کے مقام کو جن الفاظ سے واضح فرمایا ہے ان سے عہد قدیم و حاضر کے دہریہ اور لمحہ فلاسفوں اور مادہ اور روح کو خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ماننے والوں کے نظریات کو پاش پاش کر دیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:-

”اس کا کوئی ایسا کار پرداز نہیں جس کو اس نے زمین آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو۔ بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو“ (اسلامی اصول کی غلافی)

## عجائبات عالمین کی تین اقسام

حضرت مسیح موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں:-

”در حقیقت خدائے تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر رکھا ہے۔

۱۔ عالم ظاہر جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اور آلات خارجی کے توسل سے محسوس ہو سکتا ہے۔

۲۔ عالم باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سمجھ آ سکتا ہے۔

۳۔ عالم باطن در باطن جو ایسا نازک اور لایدرک و فوق الخیالات عالم ہے جو

تھوڑے ہیں جو اس سے خبر رکھتے ہیں وہ عالم غیب محض ہے جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کی طاقت نہیں دی گئی مگر ظن محض اور اس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی ہے اور نہ کسی اور ذریعہ سے اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور متحقق ہے کہ اس نے ان دو پہلے عالموں کے دریافت کرنے کے لئے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے انسان کو طرح طرح کے حواس اور قوتیں عنایت کی ہیں۔ اس فیاض مطلق نے انسان کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا..... ایسا خیال بڑا ناپاک خیال ہے جو یہ سمجھا جائے جو خدائے تعالیٰ نے انسان کے دل میں تینوں عالموں کے اسرار معلوم کرنے کا شوق ڈال کر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول سے بکلی اسکو محروم رکھا ہے“

(”سرمہ چشم آریہ“ حاشیہ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

### سائنس اور مذہب کا دائرہ

اس وضاحت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ حقیقی مذہب اور سائنس میں ہرگز کوئی تضاد نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے بباگ بلند یہ نظریہ پیش فرمایا کہ مذہب خدا کا قول ہے اور سائنس اس کا فعل۔ نیز پیشگوئی فرمائی۔

”جس طرح صحیفہ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں بلکہ جدید و جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو“

(”ازالہ اوہام“ صفحہ ۳۰۵-۳۱۲)

نیز فرمایا:-

”اس وقت خدا تعالیٰ نے..... مذہب کو ایک سائنس (علم) بنا دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ زمانہ کشف حقائق کا زمانہ ہے جبکہ ہر بات کو علمی رنگ میں ظاہر

کیا جاتا ہے، ”(ملفوظات“ جلد ۳ صفحہ ۲۳۵ طبع اول)

حضرت اقدس کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ فیصلہ کن راہ نمائی بھی ملتی ہے کہ سائنس کی تحقیقات کا دائرہ عالم ظاہر و باطن تک محدود ہے جس کا تعلق حواس ظاہری، آلات خارجی اور عقل و قیاس سے ہے لیکن عالم باطن در باطن تک اس کی رسائی نہ پہلے ممکن تھی نہ اب ہو سکتی ہے۔ اس کا واحد ذریعہ وحی، الہام اور کشف ہیں جو زندہ خدا کے زندہ مذہب پر ایمان لانے سے نصیب ہوتے ہیں اور یہ بدیہی امر ہے کہ ان تینوں نعمتوں کا تعلق براہ راست روح سے ہے جس کی تجلیات کا مرکز قلب ہے۔

## عالم باطن در باطن کے حیرت انگیز اثرات

”سرمہ چشم آریہ“ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ذاتی مشاہدات کی بناء پر روح کی بیس زبردست قوتوں کی نشان دہی فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ اب تک قریباً پانچ ہزار نادر مکاشفات و عجائبات مجھ پر جناب الہی سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس ضمن میں یہ انکشاف کیا ہے کہ۔

”دنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی کنہ کو سمجھنے میں ہلکی عقل عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات صاحب کشف صد ہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے، ایک چیز کو صاف صاف دیکھ لیتا ہے۔ بعض اوقات صاحب کشف اپنے عالم کشف میں جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواح گزشتہ سے ملاقات کرتا ہے۔ اور سب سے تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اور قوت تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صد ہا کوسوں کے فاصلہ کے باذیہ تعالیٰ عالم بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا وجود غیری اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا۔

اسی طرح صد ہا عجائبات کو عارف باللہ بحشم خود دیکھتا ہے۔“

(”سرمہ چشم آریہ“ حاشیہ صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

اکابر صوفیاء کے نزدیک کشف کی دو قسم ہیں۔ کشف صغریٰ جس میں سالک قلبی توجہ سے

زمین و آسمان، ملائکہ، ارواح قبور، عرش و کرسی اور لوح محفوظ الغرض دونوں جہاں کا حال مشاہدہ کرتا ہے۔ کشف کبریٰ میں سالک کو نور بصیرت سے ذات حق سبحانہ کی زیارت ہوتی ہے۔

(”اصطلاحات صوفیہ“ صفحہ ۱۲۰-۱۲۱ از ”حضرت شاہ محمد عبدالصمد فریدی چشتی“ ناشر مکہ مکس بیرون موری دروازہ سرکلر روڈ لاہور)

اس عالم ثالث کو پہلے دونوں جہانوں کے مقابل عدیم المثال برتری حاصل ہے۔ چنانچہ حضورؐ تحریر فرماتے ہیں:-

”عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہاء ہیں اور اس کے مقابل دوسرے عالم ایسے ہیں جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانہ خشک“

(ایضاً حاشیہ صفحہ ۱۲۹)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا بھر کے سائنسدان عالم ظاہر اور عالم باطن کے رموز و اسرار کی دریافت اور مادی کائنات کی تسخیر میں صدیوں سے دیوانہ وار مصروف ہیں اور انہیں اس مقصد میں ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے لیکن اس کی حیثیت کیا ہے حضرت مسیح موعودؑ کے قلم مبارک سے سنئے۔ فرمایا۔

”یاد رکھو انسان کی ہرگز طاقت نہیں ہے کہ تمام دقیق در دقیق خدا کے کاموں کو دریافت کر سکے..... انسان کا وہ علم نہایت ہی محدود ہے جیسا کہ سمندر کے ایک قطرہ میں سے کروڑوں حصہ قطرہ۔“

”جس حالت میں انسان کا علم خدا کی قدرتوں کی نسبت اس قدر بھی نہیں جیسا کہ ایک سوئی کی نوک کی تری ایک بحر اعظم کے پانی سے نسبت رکھتی ہے“

(”چشمہ معرفت“ صفحہ ۲۶۸ طبع اوّل معہ حاشیہ)

## اقلیم مذہب و سائنس کا آفاقی تاجدار

قرآن مجید نے سلسلہ انبیاء میں صرف آنحضرت ﷺ کو نبی امی کا خطاب دیا ہے اور سورہ جمعہ میں اہل عرب کو امین کہا گیا ہے کیونکہ وہ بعثت نبوی کے وقت علم سے نا آشنا اور محض جاہل تھے مگر آنحضرت ﷺ کو غار حرا کی پہلی وحی میں ہی یہ بشارت دی گئی کہ سب سے کریم خدا کی تجلی آپ

کے وجود سے ظاہر ہوگی قرآن قلم سے محفوظ ہوگا اور اس کے علوم کی قلموں کے ذریعہ اشاعت ہوگی اور انسان کامل کو وہ کچھ سکھایا جائے گا جس کا پہلے نام و نشان نہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؑ نے تاریخ عالم کے اس بین الاقوامی غیر عظیم کا ذکر نہایت ولولہ انگیز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”یورپ کے پاس کوئی ایک چیز بھی نہ تھی۔ اس نے جو کچھ سیکھا، چین کے مسلمانوں سے سیکھا اور چین نے جو کچھ سیکھا اور شام والوں نے جو کچھ سیکھا، قرآن سے سیکھا پس دنیا کے تمام علوم قرآن سے ہی ظاہر ہوئے ہیں اور اب قیامت تک جس قدر قلمیں چلیں گی قرآن کریم کی خدمت اور اس کے بیان کردہ علوم کی ترویج کے لئے ہی چلیں گی“ (”تفسیر کبیر“ جلد ۹ صفحہ ۲۷۳)

نیز فرمایا:-

”درخت کا پھیلاؤ خواہ کنقدر بڑھ جائے بیج کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح علوم خواہ کس قدر ترقی کر جائیں سہرا مسلمانوں کے سر ہی رہے گا۔ اور مسلمانوں کا سر قرآن کریم کے آگے جھکا رہے گا کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جس نے اعلان کیا کہ علّم بالقلم اب دنیا کو قلم کے ذریعہ علوم سکھانے کا وقت آگیا ہے“ (ایضاً)

اگرچہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں مسلم دنیا سائنس اور علوم جدیدہ کو شجرہ ممنوعہ سمجھنے کے باعث ظلمت کدہ کا نظارہ پیش کر رہی تھی مگر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے معرکہ آراء لٹریچر سے ثابت کر دکھایا کہ قرآن مجید ہر قسم کے علوم کا بحرناپیدا کنارہ ہے۔ دیگر مسلمانوں کے مذہبی زعماء کے برعکس قرآن مجید سے عہد حاضرہ کے علوم اور ایجادات کا ثبوت دے کر حقانیت رسول عربیؐ پر گویا دن چڑھا دیا۔ آپ کے بعد خلفاء احمدیت نے قرآن سے موجودہ علوم کے بارہ میں ایسے ایسے اکتشافات فرمائے ہیں کہ مغرب کے دانشوروں کی آنکھیں بھی چکا چوند ہو گئیں اور ڈاکٹر مورس بوکائی (فرانسیسی دانشور) کی کتاب ”دی بائبل، دی قرآن اینڈ سائنس“ میں قرآنی حقائق کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ کتاب کی اشاعت سے مدتوں قبل جماعت احمدیہ پوری



قوت و شوکت سے پیش کرتی آرہی ہے جس پر جماعتی لٹریچر گواہ ہے۔ مثال کے طور پر یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دسمبر ۱۹۵۷ء میں سیدنا مصلح موعودؑ کی ”تفسیر صغیر“ منظر عام آئی جس کے حواشی میں مذہب اور جدید سائنس کے علوم کی نسبت قرآن کی بے شمار آیات سے حیرت انگیز رنگ میں استنباط کیا گیا ہے جس کے اندازہ کیلئے ”تفسیر صغیر“ کے انڈیکس پر سرسری نظر ڈالنا ہی کافی ہے۔ (اسی نقطہ نگاہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ قرآن کا مطالعہ ضروری ہے) امریکن خلا نور دوں کی گاڑی پہلی بار ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو چاند پر پہنچی مگر حضور انورؑ نے ”تفسیر صغیر“ میں چودہ سال قبل قرآن کی روشنی میں واضح فرمادیا کہ قرآن نے کائنات کی دوسری مخلوق سے رابطہ کی بھی خبر دی ہے اور سورہ رحمن میں بتایا گیا ہے کہ راکٹ زیادہ سے زیادہ ان سیاروں تک پہنچ سکیں گے جو زمین سے کھلی آنکھ سے نظر آتے ہیں (اور وہ بھی زمین ہی کے ماحول کو اپنے ساتھ وابستہ کر کے) چنانچہ آیت واذا الارض مدت (الانشقاق: ۴) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

”یعنی اس زمانہ میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ بہت سے کڑے جو بظاہر آسمان کے ساتھ وابستہ نظر آتے ہیں وہ زمین کا حصہ ہیں جیسے چاند اور مریخ وغیرہ۔ یہ سائنس کا انکشاف اس زمانہ میں ہوا ہے پہلے نہیں ہوا تھا بلکہ مزید بات یہ ہے کہ ان کڑوں کو زمین کا حصہ سمجھ کر بعض لوگ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ راکٹ کے ذریعہ ان تک پہنچ جائیں یا اُن کو بھی رہائش کے لحاظ سے زمین کا ہی حصہ ثابت کر دیں۔ اگر یہ ہو جائے یا بعض لحاظ سے چاند اور دوسرے کڑوں سے ایسے فائدے اٹھائے جاسکیں جس سے زمین متمتع ہو تو اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ زمین پھیل گئی ہے۔“

قرآن مجید نے قیامت تک کے لئے آنحضرت ﷺ کا ایک ایسا واقعہ ریکارڈ فرمایا ہے جو مشہور عالم سفر معراج کے بعد پیش آیا اور بتایا سائنس خواہ کتنی ترقی کر لے، قیامت تک اس میں بیان فرمودہ صداقت کو غلط ثابت نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ چٹان کی طرح غیر متزلزل ہے۔ یہ واقعہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۳ میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

آسمان پر چڑھ جانے کا مطالبہ کیا جس پر خالق کائنات کا شاہی فرمان نازل ہوا۔

”قل سبحان ربی هل كنت الا بشراً رسول“ (آیت ۹۳)

حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک الفاظ میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”کہہ دے میرا رب پاک ہے۔ میں تو ایک انسان رسول ہوں۔ انسان اس طرح اڑ کر کبھی آسمان پر نہیں جاتے۔ یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے“ (الحکم ۷ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۴)

حال ہی میں جلالت الملک شاہ فہد بن عبدالعزیز کی طرف سے سعودی حکومت نے ”قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر“ شائع کیا ہے جس کے صفحہ ۹۲ میں آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ”جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو تمہاری طرح ایک بشری ہوں۔ کیا کوئی بشر ان چیزوں پر قادر ہے؟“

بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ یہ صداقت ہمیشہ جگمگاتی رہے گی۔۔۔  
مجمع المحرمین علم و معرفت جامع الاسمین ابر خادوے  
ساکان رانیت غیر ازوے امام رہرواں رانیت جزوے رہبرے

### عالم باطن در باطن کا غیر فانی شاہکار

اب تک ہم نے قرآن مجید کی روشنی میں عالم ظاہر و باطن یعنی سائنس کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے علمی کمالات پر روشنی ڈالی ہے۔ اب قرآن مجید ہی کی رہنمائی سے عالم باطن در باطن کے ایک غیر فانی شاہکار کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمدی مراد آنحضرت ﷺ کی عظیم العظیم سیر نورانی یعنی معراج سے ہے۔ جو وحی، الہام اور کشف کے انوار و بدعات سے اس طرح لبریز ہے جس طرح آسمان ستاروں سے اور سمندر پانی کے قطروں سے بھرے ہیں۔

### قرآن مجید اور معراج کا نورانی سفر

کتاب اللہ کا علمی معجزہ دیکھئے کہ سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں معراج کا بیان ہی ”سبحان“ کی صفت سے ہوا ہے جس میں آیت ”سبحان ربی هل كنت الا بشراً رسولاً“ کی طرف

اشارہ مقصود ہے ازاں بعد ”بعده“ کا لفظ ہے اور بالکل یہ لفظ اللہ جل شانہ نے سورہ نجم آیت ۱۱ میں ذکر کر کے کیفیت معراج پر بایں الفاظ روشنی ڈالی ہے کہ ”فاوحی الی عبدہ ما ووحی“ یعنی ”اُس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کیا جو وحی کیا“ سورہ بنی اسرائیل ہی میں جناب الہی نے معراج کو ”الرؤیا“ قرار دے کر سب حقیقت کھول دی۔ کیونکہ قرآن کی مشہور لغت ”مفردات امام راغب“ کے مطابق رؤیاء کے معنی صرف اور صرف خواب کے ہیں ”(ما یری فی المنام)۔“

حضرت امام الحافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے صحیح بخاری کی شہرہ آفاق شرح فتح الباری کتاب التفسیر (سورہ اسراء) میں زبان عربی کے چوٹی کے فاضل و ادیب علامہ حریری کا یہ قول نقل کیا ہے ”انما یقال رؤیافی المنام و اما النبی فی الیقظہ فیقال رؤیة“۔ اس طرح واضح لفظوں میں انکشاف فرمایا گیا کہ سفر معراج کا مہبط آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک تھا جو عالم باطن در باطن کا مسلمہ مرکز ہے اور نبیوں کی رؤیاء کے وحی ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے (بخاری۔ ترمذی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر مدارک۔ مدارج السالکین) اس ضمن میں یہ واضح کر کے دن چڑھادیا کہ ”ما کذب الفواد ما رای (النجم) یعنی دل نے جھوٹ بیان نہیں کیا جو اس نے دیکھا۔ قرآن کریم کا یہ بھی کمال ہے کہ اس نے ”عبدہ“ کہہ کر آنحضرت ﷺ کو عبودیت کے بلند ترین منصب پر ممتاز فرمایا اور ساتھ ہی بار بار بتایا کہ جس طرح خدا زمین و آسمان کا نور ہے اسی طرح آپ کی شان عبودیت اس درجہ ارفع اور اعلیٰ ترین مقام تک پہنچ چکی ہے کہ آپ بھی سر تا پا نور بن گئے ہیں۔ چنانچہ سورہ مائدہ آیت ۱۵ میں ”قد جاءکم من اللہ نور“ کی منادی کی گئی ہے اور یہی نہیں اس سبحان خدا نے جس نے آپ کو سیر معراج کرائی۔ آپ کو سورج سے تشبیہ دیکر اعلان عام فرمایا ہے کہ آنحضرت کی ذات اقدس نہ صرف مجسم نور ہے بلکہ آنحضرت کی قوت قدسی آپ سے وابستہ ہر اک کو نور بنادیتی ہے۔ قرآن مجید نے شان عبودیت کی اس جلوہ گری کو ایک اور رنگ میں بھی بے نقاب کیا ہے چنانچہ خاتم الکتب نے موسوی شریعت کے آخری نبی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو ”زکی“ کہا ہے، وہاں خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ جمعہ میں ”مزکی“ یعنی زکی بنادینے والے عظیم نبی کی حیثیت سے پیش فرمایا ہے اور یہ بھی

آفتاب محمدی ہی کی ضیاء پاشیوں کا ایک درخشندہ پہلو ہے۔ المختصر اللہ جل شانہ نے آپ کو سراج منیر کا لقب دے کر معراج کے خاکی اور مادی ہونے کے تخیل کو ضرب کاری لگا دی ہے اور اس کے نورانی سفر ہونے پر ابدی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں۔

آں شء عالم کہ نامش مصطفیٰ  
سید عشاق حق شمس الضحیٰ  
آنکہ ہر نورے طفیل نورے دوست  
آنکہ منظور خدا منظور دوست

### نور محمدی کی ازلی شان

آنحضرت ﷺ کے بلند پایہ صحابی حضرت جابر بن عبد اللہؓ (ولادت ۶۰۲ء۔ وفات ۶۹۶ء) سے روایت ہے۔

”..... میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش.....“

(مسند عبد الرزاق۔ بحوالہ ”نثر الطیب“ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۶ تا شرتاج کبھی لاہور)

دوسری روایت حضرت عرباض بن ساریہؓ سے ہے کہ  
”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں حق تعالیٰ کے نزدیک

خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا)۔“

(مسند احمد، بیہقی، حاکم، مشکوٰۃ، بحوالہ ”نشر الطیب“ از مولوی اشرف علی صاحب قانوی صفحہ ۷-۸)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؒ نے اس حقیقت کو عشق رسولؐ میں ڈوبے ہوئے الفاظ اور دلاویز

انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کا کل کو، وہ ملائکہ میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کا کل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام)

آپ کا یہ عارفانہ شعر اسی بیان کا لطیف و دلطف خلاصہ ہے۔

اَوْ طِفْلٍ اَوْ سَتِ نُوْرٍ ہَرْنِی      نَامِ ہَر مَرسلِ بِنَامِ اَوْجِلِ

یعنی ہر ایک نبی کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طفیل ہے اور ہر رسول کا نام

حضور ہی کی برکت سے منور ہے۔

## تین مکاتیب فکر

قرن اول سے اب تک معراج کی نسبت تین مکاتیب فکر مسلم کالرز میں مروج ہیں:-

۱۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ اور حضرت حسن بصریؒ جیسے اکابر امت کا عقیدہ تھا کہ یہ

عالم روحانی میں ہوا اور جیسا کہ یہ ذکر آچکا ہے حضرت ام المؤمنین تو پورے یقین اور جلال

سے فرمایا کرتی تھیں کہ دوران معراج آنحضورؐ کا جسد مبارک یہیں تھا۔ خادم الرسول

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ معراج کا آغاز دوسرے نبیوں کی مانند ایسی کیفیت

میں ہوا کہ آنحضرت کا قلب بیدار تھا مگر آنکھ سوئی ہوئی تھی (تفسیر ابن کثیر۔ آیت اسراء)

2- صحابہ اور سلف صالحین کی ایک بھاری جماعت کے نزدیک اسراء عین بیداری میں روح و جسم دونوں کے ساتھ ہوا تھا۔

3- ایک تیسرے طبقہ کے نزدیک واقعہ اسراء بیت المقدس تک مع جسم کے بیداری کے ساتھ ہوا لیکن آنحضرت ﷺ بیت المقدس سے آسمان تک عالم خواب میں روح کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔

(تاریخ انجیس "قصہ معراج" تالیف قاضی مکہ و مورخ اسلام حضرت الشیخ حسین الدیاری بکری متوفی 998ھ/1550ء)  
مورخ اسلام حضرت حسین الدیاری بکری کی "تاریخ انجیس" سے یہ بھی ثابت ہے کہ دسویں صدی ہجری تک بعض مشاہیر امت کا یہ نظریہ بھی سند قبولیت پاچکا تھا کہ معراج دوبار ہوا۔ ایک بار نیند میں اور دوسری مرتبہ بیداری میں اور وہ اس طرح کہ وحی سے قبل اللہ عز و جل نے جو حقیقت خواب میں منکشف فرمائی اسے آغاز وحی کے ایک سال بعد بذریعہ معراج بیداری میں دکھلادیا گیا۔  
حضرت علامہ نے معراج کے مقام قلاب قوسین او ادنیٰ کے بارہ میں اپنا واضح مسلک یہ پیش فرمایا ہے کہ اس سے مراد منزلت اور مرتبت کا قرب ہے نہ مکان کا "فانہ تعالیٰ منزہ عنہ" وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مکان کی حد بندیوں سے بالکل منزہ ہے۔

("تاریخ انجیس" جلد 1 صفحہ 311 مطبوعہ موسسہ شعبان بیروت)

روایات میں بیت المقدس کے الصخرہ سے معراج سادہ کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ علامہ حسین الدیاری بکری نے اس کا ذکر بھی اپنی تاریخ میں خاص اہتمام کے ساتھ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی الصخرہ سے فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ ارواح مومنین کا عروج و صعود الی السماء بھی اسی سے ہوتا ہے۔ (صفحہ 310)

### امت کے اہل کشف بزرگ اور سفر معراج

تصوف اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ امت کے اہل کشف بزرگوں نے سفر معراج کو نور محمدی یا روح ہی کا سفر قرار دیا ہے خصوصاً مسلم پین کے نامور صوفی

حضرت ابن عربیؒ نے اپنی تفسیر میں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ”التفہیمات الالہیہ“ میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے اور جیسا کہ مجدد اسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی روایات معراج میں لکھا ہے کہ ”لقد ارواح الانبیاء علیہم السلام“ (درمنثور جلد 4 صفحہ 114) حضرت سلطان الاولیاء شیخ علی ہجویری داتا گنج نے کشف المحجوب باب الروح میں یہی تصریح فرمائی ہے کہ شب معراج میں بشمول حضرت سیدنا عیسیٰؑ سب نبیوں کی ارواح ہی سے ملاقات ہوئی تھی۔

تمام بزرگ صوفیاء کے لٹریچر میں سفر کی اصطلاح حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ ان کے نزدیک سلوک کی راہ میں چار سفر ہیں:-

۱۔ سیر الی اللہ۔ (منازل نفس سے افقِ مبین کی طرف)

۲۔ سیر فی اللہ۔ (صفات الہیہ سے متصف ہو کر افقِ اعلیٰ کی طرف)

۳۔ مقام قاب قوسین۔ (حضرت احدیت کی طرف عروج۔ جس کے بعد مقام

اودانی ہے جو ولایت کی انتہا ہے)

۴۔ سیر باللہ۔ (فنا سے مقام بقاء تک)

امت مسلمہ کے بلند پایہ اہل کشف اولیاء کے نزدیک سدرۃ المنتہیٰ افقِ مبین، بیت المقدس اور بیت الحرام بھی روحانی و کشفی اصطلاحیں ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”اصطلاحات الصوفیہ“ از حضرت کمال الدین الکاظمی السمرقندی متوفی 730)

بزرگ صوفیاء بہشت سے مراد وحی و الہام لیتے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں عالم مثال سے عالم اجسام میں ظہور نزول اور عالم اجسام سے حضرت احدیت جل شانہ کی طرف ترقی عروج کہلاتا ہے۔ (اصطلاحات صوفیہ از ”حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فریدی چشتی“ صفحہ ۲۲-۷۹) حضرت ابوہل بن عبد اللہ تستریؒ (متوفی ۲۸۳ھ) نے فرمایا کہ معراج میں آنحضرتؐ نے بیت المعمور کا جو نظارہ دیکھا اس کا مطلب عارفوں کے دل ہیں جو خدا کی معرفت و محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ وہی بیت التوحید ہیں جن کا حج فرشتے کرتے ہیں

پھر سورہ نجم کی آیت ماکذب کی تفسیر میں یہ ایمان افروز کلمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے رب کا مشاہدہ اپنے دل کی آنکھ سے فرمایا اور جہاں حضرت موسیٰؑ تجلی طور کی تاب نہ لاتے ہوئے غش کھا کے گر گئے وہاں آنحضرتؐ اپنی قلبی قوت اور بلند مقام اور علو درجہ کے باعث اپنی چشم بصیرت سے جلوہ ربانی دیکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

(”تفسیر القرآن العظیم“، صفحہ ۹۵-۹۶ از حضرت تسری۔ ناشر ”الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر سال اشاعت ۱۳۲۹ھ) آپ نے اپنی تفسیر میں سدرۃ المتحییٰ سے مراد وہ مقام لیا ہے جہاں سب علوم انتہا تک پہنچتے ہیں۔

قطب دوران غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ شعر زبان زد خلافت ہے

واجلسنی فی قباب قوسین سیدی

علی منبر التخصیص فی حضرت المجدی

میرے آقا نے مجھ کو قباب قوسین کے مقام پر بٹھایا، اس منبر خاص پر جو دربارِ مجدد میں ہے۔

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ قلندر علی شاہ سہروردیؒ نے برسرِ محفل فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر معراج کا عالم رویا میں مشاہدہ کیا ہے۔ (”علم لدنی یا علم الہی“ از سید محمد ریاض الدین سہروردی صفحہ ۱۰۳ بحوالہ ”سیرت النبی بعد از وصال النبی“ جلد چہارم صفحہ ۲۱۸ مؤلفہ محمد عبدالحجید صدیقی ایڈووکیٹ اسلام آباد۔ ناشر فیروز سنز۔ ۱۹۹۸ء)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ”فوائد الفوائد“ میں ہے کہ

”آپ نے ایک بار فرمایا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے میں نہیں جانتا کہ آیا شب معراج

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ کے پاس لے

جایا گیا یا یہ سب چیزیں وہاں پہنچا دی گئیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رواقِ افروز تھے۔ یہ بتانے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ارشاد فرمایا

کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ سب چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے



سامنے لائی گئیں تو اس سے حضورؐ کا مرتبہ بلند تر ہو جاتا ہے۔ یہی مذہب  
حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔“

حضرت سرمدؒ (جو اسی عقیدہ کی بناء پر جامع مسجد دہلی کے سامنے شہید کئے گئے) پوری عمر  
پرچم حسینؑ لہراتے اور پوری شان سے یہ فرماتے رہے کہ  
سرمد گوید فلک بہ احمدؒ درشد

(”رد کوثر“، صفحہ 390، 391)

یعنی علمائے ظواہر تو یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف  
لے گئے مگر سرمدؒ کہتا ہے کہ خود آسمان حضورؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے۔

لیکن تحریک احمدیت کا تصور معراج اس سے بھی بہت بلند، بہت اعلیٰ اور بہت ارفع ہے۔  
چنانچہ حضرت سیدنا صالح الموعودؑ آیت دینی فتدلی کے تفسیری ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:-  
”اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر  
اور ان پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے) اس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا)  
بھی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں) اوپر سے نیچے  
آ گیا۔“ (”تفسیر صغیر“، سورۃ نجم: 9)

بالفاظ دیگر حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت سرمدؒ جیسے اکابر صوفیاء اور مقربان بارگاہ الہی  
کے نزدیک تو آسمان آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوئے مگر تحریک احمدیت کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ آسمان  
اور جنت اور عرش اور قلم ہی نہیں بلکہ عرش کا خدا بھی اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشوائی  
اور استقبال کے لئے نیچے اتر آیا اور قلب محمدؐ پر اس نے اپنے جمال و جلال کے تحت قائم کر لئے۔  
حضرت بانی جماعت احمدیہؒ اسی نکتہ معرفت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

گرچہ منسوبم کند کس سوائے الحاد و ضلال

چوں دل احمدؒ نے ینم دگر عرش عظیم

خواہ کوئی مجھے طہ اور گمراہ ہی کہہ دے مگر میں تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل سے

بڑھ کر اور کوئی عرش عظیم نہیں دیکھتا۔

الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکہ آراء اور پُر معارف تصنیف ”فصوص الحکم“ میں حضرت ابو یزید بسطامیؒ کا یہ بیان ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کر دیا ہے کہ عارف باللہ پر ایسا مقام بھی آتا ہے کہ اگر عرش اور اس کے ماحول کی کائنات دس کروڑ بار بھی اس کے دل کے گوشہ میں سما جائے تو وہ محسوس نہیں کرے گا۔ سبحان اللہ جب شہ لولاک کے ادنیٰ غلاموں کے قلوب کا یہ عالم ہے تو قلب محمدیؐ کی غیر محدود اور معجز نما وسعتوں کو خالق حقیقی کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے؟؟

### عرفان معراج کے لئے نور نبوت کی ضرورت

سفر معراج کا ذکر خدائے ذوالعرش نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ لا یمسہ الا المطہرون یعنی مطہر لوگ ہی اس کا عرفان رکھتے ہیں اور حدیث نبویؐ میں مطہر سے مراد صاحب الہام نفوس ہیں (جامع الصغیر للسیوطیؒ) اسی طرح حضرت امام جعفر صادقؑ جیسی مقدس و برگزیدہ شخصیت (جن پر آیات قرآنی کا نزول حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی ”تذکرۃ الاولیاء“ سے بالبداهت ثابت ہے) فرماتے ہیں:-

”کتاب اللہ علی اربعة اشياء. العبارة والاشارة واللطائف والحقائق. فالعبارة للعوام والاشارة للخواص. واللطائف للاولیاء والحقائق للانبیاء.“

(عراس البیان جلد 1 صفحہ 143 حضرت الشیخ اکمال ابو محمد زبمان ابن ابی نصر اہلبہلہ الحنفی 800ھ)

یعنی کتاب اللہ چار چیزوں پر مشتمل ہے (1) عبارت (2) اشارت (3) لطائف (4) حقائق عبارت عوام کے لئے، اشارت درگاہ الہی کے خاص مقربوں کے لئے، لطائف اولیاء کے لئے اور قرآنی حقائق نبیوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اس ضمن میں یہ لطیف نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ”رسول کے مقام کے بارہ میں صرف رسول کو اور نبی کے مقام کے بارے میں صرف نبی کو گفتگو کرنی

چاہئے۔ جب انبیاء علیہم السلام کے مقام کا ہمیں ذوق اور آشنائی ہی نہیں تو ہم اس بارے میں گفتگو ہی کیا کر سکتے ہیں۔“

(ترجمہ از الیواقیت والحواجر جلد 2 صفحہ 47۔ صفحہ 72 بحوالہ ”اسلام کا تصور نبوت“ صفحہ 55 از حکیم محمود احمد ظفر صاحب شائع کردہ تعمیری کتب خانہ لاہور۔ طبع دوم 1999ء)

ان تصریحات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکلا ہے کہ قرآنی حقائق جن میں معراج نبوی کی آیات کو غایت درجہ اہمیت حاصل ہے، نور نبوت کے بغیر نہیں کھل سکتے اور ان تک رسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی عاشق صادق اور بروز کامل حاصل کر سکتا ہے جو اپنی والہانہ عقیدت کے براق سے تیرہ صدیوں کا فاصلہ طے کر کے بارگاہ محمدیت تک پہنچا اور شہنشاہ نبوت کے نورانی چہرہ کو اپنی کشتی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہوا اور یہی بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ ہے چنانچہ آپ نے اپنے پُر کیف قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرتے ہوئے عرب و عجم پر انکشاف فرمایا ہے کہ

وَاللّٰهُ اَنْ مُحَمَّدًا كَرْدَالَةَ

وَبِهَ الْوَصُولِ بِسَلْدَةِ السُّلْطَانِ

وَاللّٰهُ اَنْ لِقَدْ رَاَيْتُ جَمَالَہ

بَعِیْرٍ جَسْمِی قَاعِدًا بِمَكَانِی

وَرَاَيْتُ فِی رِیْعَانِ عَمْرِی وَجْہَہ

لَمْ اَلْقِیْ بِیَقِظَیْ لَاقَانِی

اللہ کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دربار خداوندی کے گویا وزیر اعظم ہیں اور صرف آپ ہی کے عظیم دربار سلطانی تک رسائی ممکن ہے۔ بخدا میں نے آپ کے حسن و جمال کو اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے۔ میں نے آغاز جوانی میں ہی آپ کا چہرہ مبارک دیکھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں مجھے اپنی ملاقات کا شرف بخشا۔

## حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وجد آفریں تصور معراج

قبل اس کے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود و مہدی مسعود کے مقدس الفاظ میں تصور معراج پیش کروں، آپ ہی کے قلم سے سائنس، مذہب اور کشف والہام سے متعلق ایک اہم نوٹ پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور بروز کامل ہونے کی وجہ سے صاحب تجربہ ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

”یہ ایک فیصلہ شدہ بات ہے کہ اگر علم سائنس یعنی طبعی خدا تعالیٰ کے تمام عمیق کاموں پر احاطہ کر لے تو پھر وہ خدای ہی نہیں۔ جس قدر انسان اس کی باریک حکمتوں پر اطلاع پاتا ہے وہ انسانی علم اس قدر بھی نہیں کہ جیسے ایک سوئی کو سمندر میں ڈوبا جائے اور اس میں کچھ سمندر کی پانی کی تری باقی رہ جائے اور یہ کہنا کہ اس کی تمام باریک قدرتوں پر اطلاع پانے کے لئے ہمارے لئے راہ کشادہ ہے اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں۔ باوجودیکہ ہزار ہا قرن اس دنیا پر گذر چکے ہیں پھر بھی انسان نے صرف اس قدر خدا کی حکمتوں پر اطلاع پائی ہے جیسا کہ ایک عالمگیر بارش میں سے صرف اس قدر تری جو ایک بال کی نوک کو بمشکل تر کر سکے۔ پس اس جگہ اپنی حکمت اور دانائی کا دم مارنا جھوٹی شخی اور حماقت ہے۔ انسان باوجودیکہ ہزار ہا برسوں سے اپنے علوم طبعیہ اور ریاضیہ کے ذریعہ سے خدا کی قدرتوں کے دریافت کرنے کے لئے جان توڑ کوششیں کر رہا ہے مگر ابھی اس قدر اس کے معلومات میں کمی ہے کہ اس کو نامراد اور ناکام ہی کہنا چاہئے۔ صد ہا اسرار غیبیہ اہل کشف اور اہل مکالمہ الہیہ پر کھلتے ہیں اور ہزار ہا استبازان ان کے گواہ ہیں مگر فلسفی لوگ اب تک ان کے منکر ہیں جیسا کہ فلسفی لوگ تمام مدار اور اک معقولات اور تدبیر اور فکر کا دماغ پر رکھتے ہیں مگر اہل کشف نے اپنی صحیح رویت اور روحانی تجارب کے ساتھ معلوم کیا ہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے جیسا کہ میں پینتیس برس سے اس

بات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارف روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمہ علوم ہونا مکمل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بھدت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کنویں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنجہ کی شکل میں سر بستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہے۔ پس ان تجارب سمجھ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم حقیقہ سے مستفیض ہوتا ہے اور دماغ چونکہ منت اعصاب ہے اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کنویں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم حقیقہ کا سرچشمہ ہے۔ یہ وہ راز ہے جو اہل حق نے مکاشفات سمجھ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے جس میں میں خود صاحب تجربہ ہوں۔“ (“چشمہ معرفت“ صفحہ 271 طبع اول)

اس بصیرت افروز اقتباس کی روشنی میں صاحب المعراج کے ”احقر القلمان“ کا عارقانہ تصور معراج ملاحظہ ہو۔ فرمایا:-

۱۔ ”سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناظر اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناظر کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورہ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، پہنچ گئے۔ سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے

اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اعلیٰ اور اچلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشف میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔“ (”ازالہ اوہام“ حصہ اول صفحہ 47، 48 حاشیہ)

۲. ”مِعْرَاجُ رَسُولِنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَمْرًا اَعْجَازًا مِنْ عَالَمِ الْيَقْظَةِ الرَّوحَانِيَةِ اللَّطِيفَةِ الْكَامِلَةِ فَقَدْ عُرِجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَسَمِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَهُوَ يَقْظَانُ لَا شَكَّ فِيهِ وَلَا رَيْبَ وَلَكِنْ مَعَ ذَلِكَ مَا فَقَدَ جِسْمَهُ مِنَ السَّرِيرِ كَمَا شَهِدَ عَلَيْهِ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.“ (حماسة البشري صفحہ 34)

یعنی ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج لطیف اور کامل روحانی بیداری کے عالم کا ایک اعجازی واقعہ ہے۔ آپ جسم بیت آسمان کی طرف اٹھائے گئے درآسمان کی آپ بیدار تھے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں لیکن مابین ہمہ حضور کا جسم مبارک چارپائی پر موجود رہا جیسا کہ آپ کی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے شہادت دی ہے۔“ (یہاں حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ حلیہ بیان اسلامی تاریخ میں صدیوں سے محفوظ ہے کہ خدا کی قسم واقعہ معراج کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بھی موجود تھا)

۳۔ ”ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تھا مگر اس میں جو بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف ایک معمولی خواب تھا سو یہ عقیدہ غلط ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ معراج میں آنحضرت اسی جسد مخدومی کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے سو یہ عقیدہ بھی غلط ہے بلکہ اصل بات اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ معراج کشفی رنگ میں ایک نورانی وجود کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ایک وجود تھا مگر نورانی۔ اور ایک بیداری تھی مگر کشفی اور نورانی جس کو اس دنیا کے لوگ نہیں سمجھ سکتے مگر وہی جن پر وہ کیفیت طاری ہوئی ہو ورنہ ظاہری جسم اور ظاہری بیداری کے ساتھ آسمان پر جانے کے واسطے تو خود یہودیوں نے معجزہ طلب کیا تھا جس

کے جواب میں قرآن شریف میں کہا گیا تھا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا  
بَشَرًا مِّثْلُ سُوْلًا۔ کہہ دے میرا رب پاک ہے میں تو ایک انسان رسول ہوں،  
انسان اس طرح اڑ کر کبھی آسمان پر نہیں جاتے۔ یہی سنت اللہ قدیم سے جاری  
ہے۔“ (الحکم جلد 10 نمبر 21 مورخہ 17 جون 1906ء صفحہ 4)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معرفت سے لبریز بیان صرف وہی قدسی وجود دے سکتا  
ہے جو کشفی آنکھ اور نور نبوت سے فیض یاب ہو۔ اس نقطہ نگاہ سے ثابت شدہ حقیقت تسلیم کئے  
بغیر چارہ نہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ شب معراج میں خدا تک پہنچے، حضرت بانی سلسلہ  
مصطفیٰؐ تک پہنچے اور یہی آپ کا معراج تھا۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا

میری معراج کہ میں حیرے قدم تک پہنچا

## قرآنی سائنس کے خلاف نظریہ

جیسا کہ مجدد اسلام حضرت علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ”زاد المعاد“ میں اپنی تحقیق  
بیان فرمائی ہے، مسلمان دنیا میں حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا عقیدہ فوج اعوج مع زمانہ کی  
پیداوار ہے جبکہ مسلمانوں نے قول اسلام کے ساتھ اپنا یہ عقیدہ بھی ملت اسلامیہ کے جسم میں  
داخل کر دیا۔ یہی وہ نظریہ ہے جس کے نتیجہ میں کھجلی صدیوں میں ہزار ہا کلمہ کو فضیلت مسیح کے  
قابل ہو کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یہی نہیں جناب  
ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی (مصنف ”پاکستان میں مسیحیت“) شائع کردہ مسلم اکادمی محمد نگر  
لاہور) کی سالہا سال کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۳ء کے  
بعد جبکہ پاکستانی علماء کثیر نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایچی ٹیشن کی اور بالآخر جبری قوانین  
کے نفاذ سے احمدیوں پر وقات مسیح اور دوسرے مخصوص نظریات کی تبلیغ و اشاعت پر پابندی  
لگوا دی تو اس کے نتیجہ میں پاکستان کے مسلمان نہایت تیزی سے عیسائیت کے طوفانوں کی

لیٹ میں آگئے اور ہر موقع پر ان کی آبادی، ان کے مشغول، اداروں اور لٹریچر میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور حتیٰ کہ اب یہاں تک نوبت آن پہنچی ہے کہ عالمی عیسائی مشنریوں نے ۱۹۹۷ء کی ایک خفیہ رپورٹ میں پاکستان کو فروغ عیسائیت کے لئے موزوں ترین ملک قرار دیتے ہوئے لکھا "PAKISTAN IS ONE OF THE MOST OPEN LAND FOR THE GOSPEL" ("دنیا عیسائیت کی زد میں" صفحہ ۷۸ مرتبہ محمد انور بن اختر صاحب ناشر مکتبہ ارسلان اردو بازار کراچی اشاعت جولائی ۲۰۰۱ء) جناب محمد انور صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۳ پر یہ انکشاف کیا ہے کہ قاصرہ میں ۱۹۷۳ء پر ۱۹۰۶ء کو پادری زویرائیڈ میٹر مسلم ورلڈ کی تحریک پر مسلمانوں میں اشاعت عیسائیت کے طریقوں پر ایک وسیع کانفرنس منعقد ہوئی جس کی اشاعت خفیہ رکھی گئی اور صرف مشنری حلقوں تک اسے محدود رکھا گیا جس میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے جو ہدایات دی گئیں۔ ان میں ایک اہم ہدایت دنیا بھر کے پادریوں کو یہ دی گئی کہ "ایک زندہ بچانے والا نہ کہ ایک مردہ پیغمبر" تمہاری منادی کا جزو اعظم ہونا چاہئے۔ (ایضاً صفحہ ۳۲۵)

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی اپنی کتاب "پاکستان میں مسیحیت" کے صفحہ ۲۳۶ پر اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ "بعض لوگ اس کا یہ جواب دیتے ہیں..... کہ ایک ترازو کے پلڑوں میں ایک طرف آدھ کلو کا اور دوسری طرف ایک کلو کا باٹ رکھا جائے تو وزنی باٹ کا پلڑہ نیچے کی طرف آئے گا اور نسبتاً ہلکا پلڑا اوپر کی طرف جائے گا۔"

خالد احمدیت حضرت ملک عبدالرحمن صاحب خادم (وفات دسمبر ۱۹۵۷ء) کے سامنے ایک مناظرہ کے دوران کسی مولوی صاحب نے یہی دلیل پیش کی تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ جب تک مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں حضرت عیسیٰ کا آدھ کلو کا بنا زمین پر نہیں آسکا۔ اس پر فریق ثانی کے وکیل دم بخود رہ گئے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان کہلانے والا "عالم دین" اپنی اس لچر اور بیہودہ منطق کو پادریوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ گستاخ رسول ہے کیونکہ وہ بالواسطہ طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ معاذ اللہ ہمارے



پیارے نبی خاتم الانبیاء ﷺ جب شب معراج کے دوران آسمان پر تشریف لے گئے تو (خاکم بدہن) آپ کا باٹ بھی آدھا کلورہ گیا اور بجائے شان میں اضافہ ہونے کے کمی واقع ہو گئی۔ کوئی سچا عاشق رسول محبوب خدا اور شہنشاہ نبوتؐ کی یہ شرمناک توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتا!!!

### صاحب المعراج اور معراج کی دروناک مظلومیت

قرآنی سائنس کے خلاف اس نظریہ کے قائلین نے عیسائی مذہب کی تائید کے جوش میں آج تک جو روش اختیار کی ہے اس سے معراج اور صاحب المعراج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت کا ایک ایسا نقشہ ابھرتا ہے کہ ہر عاشق رسول کی روح کانپ جاتی ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ معراج کو مادی اور خاکی نظر سے دیکھنے والوں نے اس خدا کے کلام کو پوری بے باکی سے پس پشت ڈال دیا ہے جس نے اپنے حبیب اور شہنشاہ نبوتؐ کو معراج دکھلایا ہے حالانکہ خدا کے سوا کوئی بھی اس کا عینی شاہد نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً اس جدید دور کے آثار سے جس میں امریکی خلائی دوربینوں کا عین شاہد بننے کا جہان بچنے میں۔

پاکستان میں متعدد ایسی کتابیں شائع کی گئی ہیں جن میں قرآنی حقائق کو طاق زیاں میں رکھ کر آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت اور کشش ثقل وغیرہ کی تھیوریوں سے معراج کے جسمانی ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے جو قرآن سے سراسر بغاوت ہے۔ حالانکہ انہیں برملا اعتراف ہے کہ سائنسی تحقیق و تجسس کا دائرہ محسوسات کی حد تک ہے اور مذہب کا دائرہ تحقیق غیبی امور سے ہے۔ سائنس کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے۔ (”معراج اور سائنس“ صفحہ 251، 252 از آغا اشرف مطبوعہ لاہور 1990ء)

یہ سب ماڈرن طرز کے ادیب اور نام نہاد مذہبی سکالر سرے سے امت مسلمہ میں کشف والہام اور وحی کو ختم نبوت کے منافی سمجھتے اور پرویزی مسلک کے حامل ہیں یا ان کا مذہب یہ ہے کہ اصل قرآن امام مہدی لائے گا، موجودہ قرآن محض صحیفہ عثمانی ہے اور یا حنفی

خیال کے ہیں جن کے اکابر نے یہ گستاخانہ فتویٰ دیا کہ:-

”لور عصف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفہ جاز للاستشفاء  
وبالبول ایضاً“

(رد المحتار علی در المختار جلد اول صفحہ 154 از ابن عابدین ناشر مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ایضاً امداد الفتاویٰ از تھانوی

جلد دوم صفحہ 129 مطبع مجتہبی دہلی 1346ھ)

یعنی (معاذ اللہ) اگر کوئی شخص نکیر چھوٹے پر بطور علاج سورہ فاتحہ کو خون سے لکھ کر  
اپنے ناک اور چہرے سے لکھ لے تو جائز ہے حتیٰ کہ پیشاب کے ساتھ لکھتا بھی۔ فانا للہ  
وانا الیہ راجعون

کون سی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں

کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار

اس نوع کی ذہنیاتوں کے سرچشمہ سے ”اسلام اور سائنس“، ”قرآن، سائنس اور  
سائنسی حقائق“، ”قرآن اور جدید سائنس“، ”سائنسی انکشافات“ اور ”حضور کو معراج کیسے  
کرایا گیا“ جیسی کتابیں پاکستان میں چھپ چکی ہیں۔ یہ کتابیں ایک طرف تحریک احمدیت کے  
علم تفسیر اور جدید علم کلام کی بازگشت ہیں تو دوسری طرف حیات مسیح کے حوالہ سے معراج کو  
جسمانی ثابت کرنے کے لئے تالیف ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں میری حیرت کی کوئی انتہاء رہی کہ  
پاکستان کے ایک مایہ ناز سکارلر جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم سابق صدر پاکستان انسٹی ٹیوٹ  
آف میٹالرجیکل انجینئرز جیسی شخصیت نے جو نوٹیل انعام یافتہ اور عالمی شہرت کے حامل پہلے  
مسلمان سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام جیسے سفیر توحید کی خدمات کے زبردست مداح ہیں بالکل  
یہی روش اختیار فرمائی چنانچہ آپ نے اپنی کتاب ”قرآن اور جدید سائنس“ کے صفحہ 187 پر  
آیت ہل یفصہ اللہ الیہ (النساء: 158) لکھ کر تبصرہ کیا ہے کہ

”قرآن اور بائبل (جدید عہد نامہ) اس پہلو پر اتفاق کرتے ہیں جس کا مندرجہ ذیل

آیت ہے: غرض خداوند سبحان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) الیہ

کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا (مرقس کی انجیل باب 16 آیت 20)۔“

پروفیسر صاحب نے یہ حوالہ درج کرنے کے بعد اگلے صفحہ 198 پر سورہ بنی اسرائیل کی معراج کی نسبت پہلی آیت درج کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

”یہ دونوں واقعات ایک ہی اصول پر مبنی ہیں جو ان میں سے ایک پر یقین رکھتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے پر یقین نہ کرے ان دونوں آیات میں اہم حقائق یہ ہیں:-

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھان جیسا کہ وہ خدا کے بائیں طرف بیٹھ گیا جس کا بائبل کی آیت میں ذکر ہے۔

2- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ واپس مکہ تشریف لے آئے۔“ (صفحہ 198)

آنحضرت کا سفر معراج کتنے وقت پر مشتمل تھا، اس کی تشریح سعودی عرب میں سے مملکت الملک شاہ فہد کی طرف سے چھپنے والے اردو ترجمہ کے صفحہ 765 میں بایں الفاظ کی گئی ہے:-

”چالیس راتوں کا یہ دور دراز سفر پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں ہوا۔“

چونکہ اس نظریہ پر یہ واضح احوال پیدا ہوتا تھا کہ زمین والوں پر وقت کی رفتار کا کیوں اثر نہیں ہوا اس لئے ایک اور ”محقق“ آغا غیاث الرحمن انجم صاحب کو یہ دلچسپ توجیہ اختراع فرمانا پڑی کہ

”جب حضور کائنات کے جسم سے باہر کائنات آسمانی میں تشریف لے گئے تو کائنات میں سے روح نکل گئی اور یہ ساری کائنات اور کائنات کی تمام چیزیں بے حس و حرکت رہ گئیں۔ نہ کائنات حرکت کرتی ہے اور نہ کائنات کی کوئی چیز بلکہ جو چیز جہاں پر تھی وہیں پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ سورج جس نکتے پر پہنچا تھا اس کی گردش وہیں کی وہیں رہ گئی۔“ (حضور کو معراج کیسے کرایا گیا“

صفحہ 62 تا 63 مکتبہ کاڈوان پمبھری روڈ لاہور۔ تصنیف و اشاعت 1975ء)

ایک اور اہل قلم جناب محمد انور بن اختر نے ”واقعہ معراج اور نظریہ اضافیت“ میں اس  
توجیہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے

”جب کبھی واقعہ معراج کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے یہاں سائنسی حلقوں سے

لے کر علمائے کرام تک سائنسی نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا اور ایک طویل مدت گزار کر واپس آنا مگر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر عدم موجودگی میں وقت کا نہ گزرنہ نظریہ اضافیت

سے ثابت ہے مگر میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی ٹھوس دلیل چند

طور بعد بحث کی جائے گی۔ تاہم پہلے نظریہ اضافیت سے کما حقہ تعارف حاصل

کر لیا جائے تاکہ طبیعیات سے تعلق رکھنے والوں کے ذہن میں نظریہ اضافیت

کے نکات تازہ ہو جائیں اور ایک عام قاری کے لئے نظریہ اضافیت کو سمجھنا

آسان ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس انسانی شعور کے ارتقاء کا عروج ہے لیکن سائنس

دان اور دانشور یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ انسان قدرت کی

ود تعینت کردہ صلاحیتوں کا ابھی تک صرف پانچ فیصد حصہ استعمال کر رہا ہے۔

قدرت کی عطا کردہ بقیہ پچانوے فیصد صلاحیتیں انسان سے پوشیدہ ہیں۔ وہ علم

جو سو فیصد صلاحیتوں کا احاطہ کرتا ہو، اسے پانچ فیصدی محدود ذہن سے حاصل

ناممکن امر ہے۔ واقعہ معراج ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جو علم ہے جو سائنس

توجیہ کا محتاج نہیں ہے۔“

(”قرآن کے سائنسی انکشافات“ صفحہ 290 تا 291 اشاعت اسلام آباد بازار صدر کراچی)

اسی تنقیدی نکتہ کو پیش کرنے کے بعد یہ صاحب بھی بہت دھڑکی کوڑی لگائے ہیں یعنی

آپ نے آئن سٹائن کے اس نظریہ کے پیش نظر کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل

جلی سیکھ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:-

”جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا۔ براق برق سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بجلی۔ جس کی رفتار 1,86,000 (ایک لاکھ چھیالیس ہزار) میل فی سیکنڈ ہے۔“ (صفحہ 237)

یہ خیال کس درجہ خوفناک اور ہلاکت آفرین ہے، انہی حضرت کے الفاظ میں سنئے۔

”ہمارا مشاہدہ ہے کہ روشنی کی رفتار سے بہت کم رفتار پر زمین پر آنے والے شہابے ہوا کی رگڑ سے جل جاتے ہیں اور غضاہی میں بھسم ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سلامت اتنا طویل سفر ٹپک جھپکنے میں کر سکیں۔“ (صفحہ 236)

ترکی کے ایک سکالر جناب ڈاکٹر نور بانی نے جو ایک ONCOLOGIST ہیں، 1985ء میں ”قرآنی آیات اور سائنسی حقائق“ لکھی ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ کی آپ کا نام لئے بغیر پرزور تصدیق کی ہے کہ ”ابھی تک سائنس نے جو دریافتیں کی ہیں وہ مستند میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں۔“ (اردو ترجمہ صفحہ 129)

ناشر انڈسٹری پبلشنگ کارپوریشن کراچی اشاعت چہارم 1998ء) بایں ہمہ انہوں نے سائنس ہی کو امام و پیشوا بناتے ہوئے سدرة المنتہی اور جنت الماویٰ کی یہ تفسیر کی ہے کہ جنت میں کشش ثقل یعنی وزن اور جذب ہونے کی خاصیت بہت کم ہے۔ جنت میں وقت کا تصور بھی کشش ثقل سے اسی طرح مماثلت رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہو تو وقت واقعات کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے..... وقت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔“ (صفحہ 281)

ان تمام خیال آرائیوں اور منہمکہ خیز ڈھکوسلوں نے اس دجالی عقیدہ کو اور بھی بے پناہ تقویت دے دی کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تو زمانے کے اثرات سے محفوظ رہ کر دو ہزار سال سے خدا کے واہنے ہاتھ میں بیٹھے

ہیں دوسری طرف خود مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق آنحضرتؐ چند سیکنڈ کے لئے خدا کے دربار میں پہنچے مگر خدا نے انہیں راتوں رات زمین پر واپس بھیج دیا۔ ایک بھارتی ملا سید احمد پالن پوری نے 3 ستمبر 1994ء کو بنگلور کے تحفظ ختم نبوت کمپ میں تقریر کرتے ہوئے گوہر افشانی کی کہ ”اس دنیا سے آسمان پر جانے والی چار ہستیاں ہیں۔ حضرت آدم، حضرت حوا، آنحضرتؐ محمدؐ اور حضرت عیسیٰؑ۔ اول الذکر تینوں ہستیاں دوبارہ زمین پر آئیں اور یہیں ان کی وفات ہوئی“ پھر کہا ”حضرت عیسیٰؑ میں دو شانیں تھیں۔ بشریت اور ملکیت اور ملک (فرشتہ) کا آسمان پر جانا آتا ہوتا رہتا ہے۔“ (روزنامہ سالار بنگلور 5 ستمبر 1994ء صفحہ 3 کالم 3، 4)

ایک بد زبان پادری نے اپنی کتاب ”مسح کی شان“ (مطبوعہ اپریل 1980ء) میں پوری بے باکی سے لکھا ہے کہ

”تمام نبیوں پر موت کا ڈنک چل گیا اور وہ زیر زمین مدفون ہیں۔ ان کی قبریں موجود ہیں۔ وہ نفعِ صورت کے منتظر ہیں۔ آسمان پر جانے والا بھی صرف وہی ہے۔۔۔۔۔ وہ آسانی تھا اس نے آسمان پر جگہ پکڑی۔۔۔۔۔ باقی تمام پیوند خاک ہو گئے مگر وہ زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا۔ اہل اسلام کے مسلمات کی بناء پر وہی ایک زندہ جاوید ہے اور قرآن کہتا ہے **ما یستوی الاحیاء والاموات** یعنی زندے اور مردے برابر نہیں (فاطر آیت 21) پس لاریب وہ افضل ہے تمام کائنات سے۔۔۔۔۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو زندہ آسمانوں پر رہتا ہو۔“

کوئی ہمیں بتائے کہ ”ختم نبوت“ کے نام نہاد ”محافظ“ عملاً اس کے سوا اور کیا تبلیغ کر رہے ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہو آسمان پر

مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

## رب العرش اور صاحب معراج سے کھلا مذاق

نصرانیت کے یہ ”سفیر“ معراج کو جس طرح حکایتی رنگ اور فسانوی روپ میں پیش کرتے ہیں اس نے تاریخ اسلام کے اس معجزہ کو بازیچہ اطفال بنا کے رکھ دیا ہے مثلاً اول:- قرآن مجید نے جس خدا کو پیش فرمایا ہے وہ محدود نہیں بلکہ کل کائنات اور اس کی کھربوں بلکہ بے شمار کہکشائیں اس کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ ارض و سماء کا مالک ہے اور ہر انسان کے شہ رگ کے بھی قریب ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ وعزّ اسمہ کا فرمانا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورد (ق: 17) یعنی ہم اس (انسان) سے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اس کے مقابل دیگر مذاہب خصوصاً یہودی ازم نے خدا کا عجیب و غریب حلیہ بتایا ہے چنانچہ ایک مغربی مفکر کیرن آرم سٹرانگ نے اپنی کتاب ”A HISTORY OF GOD“ میں بتایا ہے کہ اس مذہب کے علمبرداروں نے فلک پیمائی کرتے ہوئے خدا کی ٹانگوں تک کی پیمائش دی ہے۔ وہ لگتا ہے کہ اس عجیب و غریب کتاب میں خدا کی پیمائش گزبڑا کر دکھ دینے والی ہے۔ ذہن مفلوج ہو کے رہ جاتا ہے۔ ہمدادی اکائی فرسنگ 180 کھرب اگلیوں کے برابر ہے اور ہر انگلی زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک محیط ہے۔“

(”خدا کی تاریخ“ ترجمہ اردو صفحہ 173، 174 ناشر نگارشات مزنگ روڈ لاہور۔ 2004ء)

فرانسیسی محقق مسٹر مورلیس بوکائیے نے اپنی مقبول عام کتاب ”ہائبل قرآن اور سائنس“ میں رفع مسج کے باطل عقیدہ کے تضادات پر ضرب کاری لگاتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کا ذکر دو انجیل میں ہے اور وہ بھی ایک دوسرے سے مخالف جس سے عیسائی از حد بدحواس ہو جاتا ہے۔ مسٹر مورلیس اگر مزید ریسرچ کرتے تو انہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوتی کہ امریکہ کی نیشنل کونسل آف چرچز نے 1946ء میں انجیل کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع کیا جس میں مرقس اور لوقا کے متن سے یسوع مسیح کے آسمان پر جانے سے متعلق آیات کو جعلی قرار دے کر خارج کر دیا۔ یہ ایڈیشن تھامس نیلسن اینڈ کمپنی نے بیک وقت ٹورنٹو، نیویارک اور ایڈنبرا سے شائع کیا۔

بہر کیف مسٹر مورلیس نے مزید لکھا ہے کہ ”فی الحقیقت واقعہ جسمانی اعتبار سے رفع مسج ہو اہی نہیں کیونکہ خدا تو جس طرح بلند یوں پر ہے اسی طرح پستیوں پر ہے۔“ یہ تو مراسر قرآنی نظر یہ اور قرآنی سائنس اور فلسفہ ہی کی ترجمانی ہے لیکن قارئین حیران ہوں گے کہ پاکستان کے ایک مسلمان کھلانے والے محترمہ انجینئر صاحب نے یہ ”کارنامہ“ انجام دے کر بیویوں کو بھی مات کر دیا ہے کہ انہوں نے زمین سے عرش تک کا فاصلہ اور عرش کی وسعت تک مختلف پیمانوں سے ناپ لی ہے جسے ”قرآن کے سائنسی انکشافات“ کے مسلمان مصنف نے ”ایمان افروز سائنسی تحقیق“ قرار دے کر بلکہ دجی رہائی کا درجہ دیتے ہوئے صفحوں کے صفحہ سیاہ کر ڈالے ہیں۔ تحقیق کے چند نمونے پیش خدمت کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

”زمین کا ایک ہزار سال عرش پر ایک روز کے برابر ہے اور زمین سے عرش تک کا فاصلہ ایک ہزار نوری سال ہے۔ زمین سے عرش تک میلوں میں جو فاصلہ بناوہ تقریباً 60 ہزار کھرب میل ہے۔ جو ایک ہزار نوری سال کے برابر ہے۔“ (صفحہ 443-444)

جناب انجینئر صاحب نے فلک پیائی کا نیاریکارڈ قائم کر کے عرش کے رقبہ کی وسعت کا تخمینہ یہ لگایا ہے

”31 ارب 67 کروڑ 47 لاکھ 58 ہزار 4 سو میل (تقریباً 132 ارب میل)۔“ (صفحہ 444)

آپ نے ”چابک دستی“ کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرش کی ”فخامت“ کا نقشہ ان بلغ الفاظ میں کھینچا ہے:-

”عرش“ سورج کے حجم (VOLUME) سے تقریباً پانچ سو 500 کھرب گنا ہے۔“ (صفحہ 448)

جناب اکبر الہ آبادی اگر آج زندہ ہوتے تو اس صاحبزادہ کو داد تحقیق دیتے ہوئے اپنے اس کلام پر ضرور نظر ثانی فرماتے کہ:-

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز

جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں



دوم:- یہ تو ایک ”مسلمان“ ماہر انجینئر کا سائنسی شاہکار ہے۔ اب تبلیغی جماعت کے ایک ”مولانا“ کے ایک معرکہ کا احوال سنئے۔ آپ نے ایک بار مسند خطابت پر تعلق باللہ سے محروم ازلی ہونے کا کھلا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:-

”ہم تو اللہ کو براہ راست نہیں جانتے۔ اللہ براہ راست ہم سے بات نہیں کرتا۔ اپنا ہاتھ نہیں دکھاتا۔ نہ جنت دکھائی نہ دوزخ دکھائی۔ نہ عرش دکھایا نہ آسمان دکھایا۔“

(”دلچسپ اصلاحی واقعات“ صفحہ 390۔ ناشر مکتبہ ارسلان کراچی اشاعت اول جولائی 2003ء) اس حقیقت کو ذہن نشین کر کے اب ”اعلیٰ حضرت“ کے علمی اور سائنسی کمالات ملاحظہ ہوں۔ سرور دو عالم کی ولادت باسعادت کے متعلق یوں گوہر افشانی کی ہے۔

”ایک سمندر کی مچھلی نے دوسری سمندر کی مچھلیوں کو جا کر مبارک باد دی کہ کائنات کا سردار آگیا ہے۔“ (صفحہ 391)

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اشارہ کر کے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ:-

”اللہ نے تخت نیچے اتارا عرش کے 70 ہزار پردے ہیں جس پر کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکی 70۔ ہزار پردوں کو چیر کر اللہ تعالیٰ نے (آنحضرت کو) اپنے سامنے کیا۔“ (صفحہ 67)

سفر معراج کی روایات میں آنحضرتؐ کے مشاہدہ جنت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس زمانہ کے ظاہر پرست جبہ پوش چونکہ راندہ درگاہ الہی ہیں اس لئے خدائے ذوالعرش ان سے ناراضگی کے باعث ہم کلام نہیں ہوتا اس لئے ماوراء الطبعیات کے بیان میں اپنے خیالی جوہر خوب دکھلاتے ہیں اسی لئے ”علامہ موصوف“ نے ایک دفعہ جنت کا منظر پیش کرتے ہوئے بتایا کہ جنت میں ستر ہزار دروازوں والا مرجان شہر ہے۔ اس کے ایک محل میں 70 ہزار کمرے ہیں۔ ہر کمرے میں ستر ہزار چار پائیاں ہیں۔ ہر چار پائی پر ستر بستر لگے ہوئے ہیں۔ (صفحہ 559 تا 565)

ع ناطقہ سر بگربیاں اسے کیا کہئے

سوم:- معراج نبویؐ (فداہ ابی وامی، روحی و جنانی) کا نقطہ جمال و کمال کیا تھا؟ اس پر

بھی صدیوں قبل قرآن مجید کو مصحف عثمان کہنے والے حلقوں میں خوب طبع آزمائی ہوئی اور اس کے جواب میں ایک روایت گھڑی گئی جسے اب زور شور سے پھیلایا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور مقام قاب قاسین پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ علیؑ بیٹھے ہیں۔

(حیۃ القلوب فارسی جلد دوم صفحہ 273 تالیف ”قدوة العارفين رئیس المفسرین خاتم المحدثین علامہ ملا باقر مجلسی“، مطبوعہ مطبع نولکشور۔ حیات القلوب اردو جلد دوم صفحہ 288 مطبوعہ پاکستان) آہ معراج اور صاحب معراج کس درجہ مظلوم ہیں!! اپنوں اور بیگانوں کے اسی نوع کے ناپاک حملوں پر حضرت مسیح موعودؑ نے انگبار آنکھوں سے یہ تڑپا دینے والے اشعار کہے تھے

آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب

سے ترا شد عیب ہا در ذات خیر المرسلین

آنکہ در زندان ناپاکی ست محبوب و اسیر

ہست در شان امام پاکبازان نکتہ چیں

وہ شخص جس کا نفس ہر خیر و خوبی سے محروم ہے وہ بھی حضرت خیر المرسلینؑ کی ذات میں عیب نکالتا ہے۔ وہ جو خود ناپاکی کے قید خانہ میں اسیر و گرفتار ہے وہ بھی پاکبازوں کی شان میں نکتہ چینی کرتا ہے۔

### اعجازی مشاہدات اور اس کے عظیم الشان اثرات

یہ مقالہ بالکل تشنہ اور نامکمل رہے گا جب تک یہ واضح نہ کیا جائے کہ معراج میں ایسے اعجازی مشاہدات کی جلوہ گری ہوئی جو رب ذوالجلال کے دست قدرت کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔ اسی لئے اس کے نتیجہ میں ایسے عظیم الشان اثرات ہوئے جن سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تمام مذہبی نظریات میں ایسا تغیر عظیم ہوا کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ نہ یہ کہ سفر معراج معاذ اللہ دیو مالائی کہانیوں کا ملغوبہ تھا جیسا کہ کشف والہام اور وحی کے کوچہ سے محض نا آشنا

بے بصیرت اور روحانی پیمائی کے اندھے بتاتے ہیں یا جیسا کہ پادری ولیم سینٹ کلیر نژڈل نے اپنی کتاب ینایع الاسلام (SOURCES OF ISLAM) میں یہ گمراہ کن، زہریلا اور سراسر باطل پروپیگنڈا کیا ہے کہ بانی اسلام نے قصہ معراج پہلوی زبان کی ایک کتاب بنام ”ارتائے ویراف نامک“ سے مستعار لیا ہے جو ارد شیر بابکاں کے زمانہ میں تخمیناً چار سو برس قبل ہجرت کے تصنیف ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ زردشتیوں، ہندوؤں بلکہ بدعتی عیسائیوں کی موضوعہ کتابوں مثلاً ”وصیت نامہ ابراہیم“ اور ”رویائے پولوس“ میں۔ مصنف ”ینایع الاسلام“ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ

”اب خواہ ہندوؤں اور زردشتیوں نے اپنے یہاں ان باتوں کو ان موضوعہ کتابوں کے ذریعہ حاصل کیا ہو یا عیسائیوں کی یہ موضوعہ کتب ان بت پرستوں کے خیالات پر مبنی ہوں مگر اس میں کسی کو بھی شک نہیں کہ وہ باتیں واہیات اور پادرواہیں کوئی واقف کار شخص تو ان کو قبول نہیں کرتا۔“

(”ینایع الاسلام“ مترجم پادری اکبر سچ صفحہ 118، 119 ناشر پنجاب ریلیجیوس بک سوسائٹی اتارکلی لاہور 1902ء)

اب جاننا چاہئے کہ قرآن مجید نے سورۃ بنی اسرائیل میں روئے معراج کا ذکر کرنے سے قبل سورۃ ”یوسف“ میں اس اولوالعزم پیغمبر کی زندگی کے سب اہم واقعات پر روشنی ڈالی جو بنیادی طور پر آپ کی ایک روایہ کے گرد چکر لگاتے اور ان کی واقعاتی تعبیر ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کی تفصیل میں یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ روایہ سن کر نصیحت فرمائی کہ یہ روایہ اپنے بھائیوں کو ہرگز نہ بتانا ورنہ وہ تمہاری شدید مخالفت و مزاحمت کریں گے۔ قرآنی الفاظ یہ ہیں۔

اذ قال يوسف لایہ یا ابت انی رايت احد عشر کواکبا والشمس والقمر رایتهم لی ساجدین . قال یا بنی لا تقصص رء یاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا . ان الشیطان للانسان عدو مبین . (یوسف : 6)

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اُس نے کہا۔ اے میرے پیارے بیٹے! اپنی روایاں اپنے بھائیوں کے پاس مت بیان کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف ضرور منصوبہ باندھیں گے۔ شیطان انسان کا یقینا کھلا دشمن ہے۔

تاریخی روایات سے بدیہی طور پر ثابت ہے کہ قریش مکہ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی اطلاع دی تو انہوں نے بھی مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز بات یہ ہے کہ برادران یوسف نے اپنے بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کو ایک سازش کر کے کنوئیں میں گرادیا اور قریش مکہ کے فیصلہ دار الندوہ (7 ستمبر) کے معا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ لینا پڑی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روایہ کے نتیجہ میں یہ فوری رد عمل کیوں پیدا ہوا؟ اور فریقین اسے اپنے لئے خطرہ پا کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے؟ وہ حضرات جو قریش مکہ کی مخالفت معراج ہی کو اس کے جسمانی اور مادی ہونے کی دلیل بنائے بیٹھے ہیں، وہ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ایک فقرہ میں اس چستان کو کمال معرفت کے ساتھ حل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”وہ تمام قصے جو اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں حضرت آدم سے لے کر حضرت

مسح علیہ السلام تک بیان فرمائے ہیں، خالص غیب کی خبریں ہیں۔“

(آئینہ کالات اسلام صفحہ 236 حاشیہ)

مزید فرماتے ہیں:-

”اس کا ہر ایک قصہ ہی اخبار غیب ہے۔“ (ایضاً صفحہ 237 حاشیہ)

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے اسی نکتہ معرفت کو مشعل راہ بنا کر تفسیر کبیر (سورہ یوسف) میں یہ راز سر بستہ کھول دیا ہے کہ آنحضرتؐ کے وجود باوجود میں جہاں تمام نبیوں کی صفات بدرجہ اتم موجود ہیں اسی طرح آپؐ حضرت یوسفؑ کے بھی مثیل تھے اور اس

صورت میں قبل از وقت پیشگوئی کی گئی ہے کہ حضرت یوسفؑ کی روایہ کے مطابق جو واقعات آپؑ کو بعد میں پیش آئے وہی مستقبل میں آپؑ کو بھی پیش آنے والے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؑ نے اس ضمن میں قرآن اور تاریخ عہد نبویؐ کا باریک نظری سے گہرا مطالعہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھارہ مشابہتیں حضرت یوسفؑ کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں روایئے معراج کا پس منظر بھی بالواسطہ طور پر کھلے باب کی طرح سامنے آ گیا ہے۔ وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت یوسفؑ کے واقعات کے ساتھ جو مماثلتیں پیدا ہوئیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امام الانبیاء اور نبیوں کے شہنشاہ ہونے کے باعث یوسفی شان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر تھیں۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت مصر کا وزیر بننے کے بعد اپنے 11 بھائیوں کو معاف کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے چچا ہاجانی دشمنوں کو وضو عام کا اعلان فرمایا جس کی کوئی نظیر صفحہ تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت یوسفؑ ہی کے الفاظ میں ارشاد فرمایا ”لا تریب علیکم الیوم“ اسی طرح یہ واقعہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے بھائیوں نے گھر سے نکال کر کنویں میں اس لئے پھینک دیا کہ یہ بڑا ہونے کی خواہش دیکھتا ہے، اسے نکال دیں گے تو ذلیل ہو جائے گا۔ یہی ذہنیت قریش مکہ کی تھی مگر جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو ہجرت کے بعد ایک بادشاہ کی ماتحتی میں ایک شاندار نیابتی عزت ملی جس کی وجہ سے آپ کے والدین اور گیارہ بھائی آپ کے زیر اقتدار آ گئے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے بعد مدینہ کی آزاد حکومت کا ایسا بادشاہ بنا دیا کہ آپ کے بعد آپ کے غلاموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے قیصر و کسریٰ جیسی اپنے زمانہ کی دو عظیم ترین مملکتوں کے تاج منسل دیئے گئے اور چین سے ہندوستان تک کلمہ طیبہ کا پھریرا پوری آب و تاب سے لہرانے لگا۔

ہوئے وہ قیصر و کسریٰ کے کروفر برباد

قیمم مکہ کے جب پوریا نشین گئے

(حسن رہنمائی)

قرآن مجید نے رویائے معراج سے قبل رویائے یوسفی کا تذکرہ کر کے عرفانِ محمدیت کی بے شمار راہیں کھول دی ہیں۔ بایں ہمہ اس قرآنی اسلوب میں اصل حکمت یہ مضمر ہے کہ اگرچہ ہر نبی کی رویاء کا وحی ہونا مسلم ہے مگر عالم رویاء کے نظاروں کی عظمت و جلالت صاحبِ رویاء نبی کے منصب و مقام کے مطابق ہوتی ہے لہذا رویائے یوسفی اور سفرِ معراج کی رویائے محمدی میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ سیدنا یوسف بنی اسرائیل کے نبی تھے جن کی نبوت کا دور اُن کے وصال کے بعد ہی اختتام پذیر ہوا مگر جس طرح نور محمدی ازل سے ہے اس طرح آپ کا زمانہ رسالت ابدیت کی شان رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رویائے یوسفی کا تعلق حضرت یوسف کے اپنے عروج اور اپنے بھائیوں اور والدین کی ذات تک محدود تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ معراج میں نہ صرف آپ کے عالی مقام اور آپ کے عہد میں رونما ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا ہے بلکہ قیامت تک موجود رہنے والی آپ کی امت کے مناظر پر بھی محیط ہے۔ خود اللہ جلّ علانہ نے اس ظلمانی دور کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا

ظہر الفساد فی البرّ والبحر (الروم: 42)

یعنی برّ و بحر میں فساد برپا ہو گیا یعنی اہل کتاب اور دوسرے سب بد مذہب خوفناک حد تک بگڑ گئے اور اسلام کا مختصر سا قافلہ جو ابتدا سے برسوں تک مکہ میں محصور تھا جس پر سفاک اور خونخواروں دشمنوں نے جو روجھا کی حد کر دی تھی اور مکہ کی گلیوں میں آنحضرت ﷺ کے جانشینوں کے مقدس خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور کفار مکہ کا ارادہ رکھتے تھے کہ سب مسلمانوں کو قتل کر دیں۔ محمد کو صفحہ ہستی سے بالکل نابود کر دیں۔ اس ماحول میں جو شب و دیور نے بڑھ کر پُر ظلمت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”رحمۃ اللعالمین“ کا منصب عطا ہوا۔ (الانبیاء: 75) اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ عالمی اعلان ہوا کہ ”یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ الذی لہ ملک السموت والارض۔ (الاعراف: 159) اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت حاصل ہے۔

الغرض خدائے ذوالعرش نے گھٹا ٹوپ بادلوں سے گھری ہوئی تاریک اور سیاہ رات میں اپنے محبوب مگر امی نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے رسول بنایا اور تمام جہانوں کو رحمت عطا کرنے کا عالمگیر، ابدی اور آفاقی مشن سونپا۔ وہ شہ لولاک جو عار حرام میں اپنے مولیٰ کی پہلی تحلی پر ہی (جولفظ ”اقصرء“ سے شروع ہوئی) کانپ اٹھے تھے، اس عالمگیر ذمہ داری پر آپ کے مقدس قلب و دماغ اور روح پر کیا جیتی ہوگی؟ کوئی ماں کا بیٹا قیامت تک اس کے کروڑوں حصہ کا بھی اندازہ نہیں کر سکتا۔ رب العرش فرماتا ہے کہ انسان کامل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امانت بخشی گئی، زمین و آسمان اور پہاڑ بھی اسے اٹھانے سے قاصر تھے۔ (احزاب: 73)

وہ بوجھ جس کو اٹھانہ سکے آسمان و زمین

اسے اٹھانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں میں

عقل انسانی یہ معلوم کر کے ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ معراج کے یہ لطیف مشاہدات عین اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے جبکہ ساری دنیا سچ مچ رات کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی جیسا کہ ابتدائی کمی سورت اللیل سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں:-

”سر میور کا خیال ہے کہ سورت بالکل ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ پادری ویری لکھتے ہیں کہ یہ سورۃ ہے تو ابتدائی مگر تبلیغ عامہ کے زمانہ کی ہے یعنی تیسرے، چوتھے یا پانچویں سال کی ہے کیونکہ اس میں منکروں کے لئے عذاب کی خبر ہے۔ پادری ویری کا یہ خیال میرے نزدیک درست معلوم ہوتا ہے۔“  
(”تفسیر کبیر“ سورۃ اللیل صفحہ 44)

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سورۃ نجم جس میں واقعہ معراج کا ذکر ہے پانچویں سال نبوت میں نازل ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؑ نے سورۃ الفجر کی تفسیر میں ریورنڈ ویری اور نولڈ کے کی آراء درج کی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ

”یورپین اور مسلمان مورخ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سورۃ (الفجر) چوتھے

سال کے قریب نازل ہوئی ہے اور یہی وہ سال ہے جس میں کفار مکہ کی طرف سے منظم مخالفت کا آغاز ہوا۔“ (صفحہ 506)

یہی وہ پر ظلمت دور تھا جب چند گنتی کے مسلمان حبشہ میں تھے اور باقی جو مکہ معظمہ میں آنحضرت ﷺ سمیت جو بھی چند مسلمان مرد، عورتیں یا بچے موجود تھے، ان پر مظالم کے سیاہ اور گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے اسی لئے اللہ نے واقعہ اسراء و معراج کے زمانہ کو لیل یعنی رات ہی سے موسوم کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ کے درج ذیل حقیقت افروز اشعار میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے ۔

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی  
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی  
تاریکی پہ تاریکی اندھیرے پہ اندھیرے  
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی  
ہر سمت فساد اٹھا عصیان میں ڈوب گئے  
ایرانی و فارابی ، رومی و بخارانی

عشاق رسول کو معلوم ہے کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب سے عمر بھر یہ غیر معمولی شفقت بھرا سلوک رکھا کہ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ وہی غیر مقلو (کشف والہام اور رویا) کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رکھا تا قلب محمدی میں ثبات و استقلال اور بصیرت ایمانی کے انوار سے اور بھی معور ہو جائے۔ بالکل اسی دستور ازل کے عین مطابق معراج کی طرف ارتقاء سے قبل قلب محمدی کو آب زمزم سے دھویا گیا اور پھر بخاری اور دیگر کتب احادیث کے مطابق اس میں حکمت و ایمان بھر دیا گیا جو سونے کے ایک تھال میں رکھا ہوا تھا۔

اس انقلابی نکتہ معرفت سے معراج کے عدیم المثال سفر کا آغاز ہوا۔ قلب و روح کے عجائبات بے شمار ہیں اس لئے میرا عقیدہ ہے کہ اس نورانی سفر کے معجز نما مشاہدات و واردات کو ثنوی کی طرح بے شمار حکمتوں اور اسرار و رموز سے قیامت تک موجزن رہیں گے اور کسی



کی مجال نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے۔ وجہ یہ کہ معراج دکھلانے والے رب العرش نے خود واضح فرمادیا ہے

”فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی“ (النجم: 11)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس مبارک آیت کا ترجمہ یہ ہے  
”پس اس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کیا جو بھی وحی کیا۔“

حضرت علامہ سیوطیؒ نے واقعات معراج پر مشتمل قدیم روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے معراج میں سب نبیوں سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین اور سب انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے جس میں ہر شئی بیان ہوئی ہے۔ میری امت سب امم عالم سے افضل ہے اور اس میں اولین بھی ہیں اور آخرین بھی۔ (درمنثور جلد 4 صفحہ 145)

شہنشاہ نبوت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آسمانی خطاب سفر معراج کے خارق عادت نظاروں کی کنہ تک پہنچنے کے لئے آسمانی کلید کا حکم رکھتا ہے اور بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ معراج محمدیت ایک وسیع ترین کائنات ہے جس کے سامنے ہماری مادہ اور ظاہر کائنات اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی حیثیت ذرہ کو آفتاب سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی شان ”آیات اللہ“ کی ہے اور وہ بھی ایسی وحی کے ساتھ جو رب محمد اور قلب محمد کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ ذیل میں اس سفر نورانی کے لاتعداد پہلوؤں میں سے صرف چند گوشوں پر نہایت اختصار و اجمال کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## تدریجی واقعات کے نظارے

1۔ اس حیرت انگیز سفر میں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی عالمی اشاعت کے ابتدائی مراحل سے متعلق باہم تدریجی واقعات مشاہدہ فرمائے اور ان کے سنگ میل۔ ہجرت مدینہ۔ کی خاص طور پر جھلک دکھلائی گئی چنانچہ یثرب میں نماز پڑھنے کا ذکر بھی روایات میں موجود ہے علاوہ ازیں کفار سے دفاعی جنگوں کا بھی قبل از وقت بتلادیا گیا

جیسا کہ روایات معراج میں ہے کہ رب العرش نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ہجرت اور جہاد وغیرہ خصوصیات سے بھی نوازا ہے۔ تمہیں فاتح بھی بنایا ہے خاتم بھی۔

(”در منثور“ جلد 4 صفحہ 146)

حضرت مصلح موعودؑ عالم کشف کے متعلق خود صاحب تجربہ تھے، آپ نے لکھا ہے:-

”میرے نزدیک اس کشف میں ہجرت مدینہ کی خبر دی گئی تھی اور بیت المقدس

جو آپ کو دکھایا گیا اس سے مراد مسجد نبویؐ کی تعمیر تھی جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے

بیت المقدس سے بھی زیادہ عزت دی جانے والی تھی۔“

(”تفسیر کبیر“ سورہ بنی اسرائیل صفحہ 294)

سیدنا محمود المصلح الموعودؑ نے ”سیر روحانی“ کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے دنیا بھر میں

منادی کی کہ مسجد نبویؐ سے فیض یافتہ صحابہ رسولؐ نے کس طرح نئی دنیا، نئی زمین اور نئے آسمان

پیدا کر ڈالے۔ چنانچہ فرمایا:-

”شاہی مسجد اور مکہ مسجد اور جامع مسجد اور موتی مسجد بھلا کیا حقیقت رکھتی

ہیں۔ اس روحانی مسجد نے ایک گھنٹہ میں جو ذکر الہی کا نمونہ دکھایا وہ ان

مساجد میں صدیوں میں بھی ظاہر نہ ہوا مگر افسوس کہ لوگ ان پتھر اور اینٹ

کی مسجدوں کو دیکھتے اور ان کے بنانے والوں کی ہمت پر واہ واہ کرتے

ہیں لیکن قرآن، حدیث اور تاریخ کے صفحات پر سے اس عظیم الشان مسجد

کو نہیں دیکھتے جس کا بنانے والا دنیا کا سب سے بڑا انجینئر محمد نامی تھا

(ﷺ) اور جس مسجد کی بناء سرخ و سفید پتھروں سے نہیں بلکہ مقدس

سینوں میں لٹکے ہوئے پاکیزہ موتیوں سے تھی۔“

(”سیر روحانی“ جلد اول صفحہ ۱۹۵)

## مسجد اقصیٰ کی تاریخ کا کھلا ورق

حضرت مصلح موعودؑ کی یہ بصیرت افروز تعبیر ایک ناقابل تردید واقعی شہادت پر مبنی ہے جو ہمالیہ پہاڑ سے بھی بڑھ کر مستحکم ہے اور جس سے ٹکرا کر سب باطل نظریات و افکار ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور وہ شہادت یہ ہے کہ کسی مستند تاریخ میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں بیت المقدس شہر میں (جسے یروشلم اور قدس بھی کہا جاتا ہے) مسجد اقصیٰ کے نام سے یا کسی اور نام سے کوئی مسجد یا عبادت گاہ موجود تھی جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرنے کی وسعت موجود ہو۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ جب 16ھ میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو ”الصخرہ“ (جس پر آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک رکھنے اور آسمان پر چڑھنے کا قصہ مشہور ہے) نجاست و غلاظت کے نیچے دب چکا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ صدیوں قبل شاہ قسطنطین کی والدہ ملکہ ہیلانہ (335ء) نے یہود کی مخالفت میں صحرہ پر قائم عمارت مسمار کر کے اسے گندگی اور کوڑا کرکٹ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ آیت اسراء کی تفسیر میں حضرت ابن کثیر دمشقی (المتوفی ۷۴۷ھ) نے صاف لکھا ہے

”کانوا قد جعلوها منزلاً من اجلها انها قبلۃ اليهود۔“

حضرت عمرؓ نے اس جگہ کو صاف کرنے کا حکم دیا بلکہ خلیفہ راشد نے خود بھی اپنی قبا کے دامن میں بھر بھر کر مٹی ڈھونا شروع کر دی جس پر آپ کے مقدس قافلہ کے رفقاء اور فوج کے سپہ سالار بھی اس ”وقار عمل“ میں جوش و خروش سے شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ ”الصخرہ“ کی چٹان عیاں ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے چٹان کو خوب صاف کیا اور اسی جگہ مسجد بنانے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے چند روزہ قیام کے بعد مرکز اسلام مدینہ میں مراجعت فرمائی اور ”الصخرہ“ پر مسجد بنانے کی سعادت اموی بادشاہ عبدالملک بن مروان (متوفی شوال 86ھ / اکتوبر 705ء) کو حاصل ہوئی جسے یورپین سکالر مسجد عمر کہتے ہیں لیکن جیسا کہ نامور فرانسیسی محقق لیبان نے ”تمدن عرب“ میں نشاندہی کی ہے یہ ان کی فاش غلطی ہے۔ اس مسجد کو عبدالملک بن مروان نے تعمیر کرایا اور اس کی مزید آرائش و تکمیل اس کے جانشین ولید بن عبدالملک کے

عہد میں ہوئی جیسا کہ اسلام کے شہرہ آفاق مورخ علامہ ابن خلدون نے اس کے حالات میں لکھا ہے۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج مسجد اقصیٰ کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور اس میں بھی چند ہزار نمازیوں ہی کی گنجائش ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”دائرہ معارف اسلامیہ“ پنجاب یونیورسٹی لاہور زیر لفظ قبة الصخرة جلد 1-16 صفحہ 233-234 طبع اول 1978ء)

1936ء میں بیک وقت لیڈن اور لنڈن سے دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM) کی تیسری جلد شائع ہوئی تو اس میں مسجد اقصیٰ کے زیر عنوان صاف طور پر لکھا

"ACCORDING TO LATE ARAB WRITERS THE MOSQUE WAS BUILT BY THE CALIPH ABDAL-MALIK"

یعنی بعد کے عرب مصنفین کی تحقیق کے مطابق اس مسجد اقصیٰ کے بانی اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان تھے۔ یہ انسائیکلو پیڈیا متعدد چوٹی کے مستشرقین کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے جسے شہرت یافتہ دانشوروں یعنی وین سنک (WENSINCK) اور اے۔ آر۔ گب (A.R. GIBB) نے مرتب کیا۔ اس معلومات افروز کتاب کا دوسرا ایڈیشن 1986ء میں ہالینڈ، امریکہ اور جرمنی سے بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

المختصر یہ کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر تاریخ نے معراج کے نورانی سفر اور اس کی عظیم المثال روحانی کیفیات پر گویا دن چڑھا دیا ہے۔

اک نظر خدا کے لئے  
سید الخلق مصطفیٰ کے لئے

### مقام قاب قوسین سے جلوہ محمدی

2- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انکشاف کیا گیا کہ آپ مظہر اتم الوہیت ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

”اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظنی طور پر خداوند قادر و مطلق سے دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہی آیت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى۔ یعنی وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیک تر۔ اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس الوہیت ہے سو جب کہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور رویائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اس نا پیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرہ بشریت گم ہو گیا۔ اور یہ بڑھنا نہ مستحذث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظنی اور مستعار طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اس کو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اس کو مظہر اوین پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جس میں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے۔ ان الذین یشاہدونک انما یشاہدون اللہ۔ یداللہ فوق ایدیہم۔ یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کیا کرتے تھے اور مردوں کے لئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دے دیا اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ مَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جب کہ تو نے

چلایا۔ ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنی ارتکاب کبار کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو۔ وہ تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔ اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بندے نہیں ہیں بلکہ سب بنی وغیر بنی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مولیٰ کریم سے قرب اتم یعنی تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہ رتخ بھی مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جس کی تفصیل کتب تصوف میں موجود ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رکھ دیئے ہیں جو خاص اس کی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے۔ اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے، آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کہہ۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جل شانہ

اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

(”سرمہ چشم آریہ“ حاشیہ صفحہ 226 تا 230)

## مقام خاتم النبیین کی عظیم تجلی

3۔ سلسلہ انبیاء میں خاتم النبیین کا منصب اعلیٰ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا جس کی عظمت و جلالت نشان کا حقیقی تصور خالق کائنات کی طرف سے معراج ہی میں رکھا گیا اور دکھلایا گیا کہ جہاں دوسرے تمام نبیوں کی رفعتیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آپ کا مقام شروع ہوتا ہے جس کے بعد خدائے ذوالعرش ہی کی جلوہ آرائی ہے اس اعتبار سے آپ آخری نبی ہی نہیں آخری انسان بھی آنحضور ہی ہیں چنانچہ آپ ہی کا ارشاد مبارک ہے

”انا العاقب الذی لیس بعده احد“ (مسلم کتاب الفضائل . حدیث 125)

میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی بھی نہیں۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اصل حدیث یہی ہے اور ”احد“ کی بجائے ”نبی“ کا لفظ امام زہری کا شامل کردہ ہے اور اس کی تصریح اگلی چند سطروں میں خود حضرت امام مسلم کے قلم سے موجود ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے ”تفسیر صغیر“ میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ سے پہلے آسمان تک رونق افروز نبیوں کا نقشہ ”مسند احمد بن حنبل“ سے دے کر کمال معرفت کے رنگ میں یہ عقدہ کھول دیا ہے کہ

”اس نقشہ کو دیکھو تو مخلوق کے مقام پر جو شخص کھڑا ہوگا اس کی نظر سب سے پہلے حضرت آدم پر پڑے گی اور سب سے آخر اس کی نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑے گی گویا سب نبیوں میں آخری وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دے گا اس کے علاوہ اگر اس حدیث کو لیں کہ آدم ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تب بھی میں خاتم النبیین تھا تو بھی شجرہ انبیاء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام کے لحاظ سے اوپر کی جگہ حاصل ہوگی پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں

سب سے اوپر گئے تو مقام محمدی آخری نبوت کا مقام ٹھہرا۔“

حدیث میں ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے معراج کے مبارک سفر کے دوران آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے یہ اعزاز بخشا کہ آپ کی امت اولین اور آخرین دونوں گروہوں پر مشتمل ہوگی نیز یہ کہ آپ کو فاتح اور خاتم کے منصب پر فائز کیا۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر آیت اسراء) حضرت امیر المؤمنین شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطاب عام میں اس فرمان خداوندی کا یہ مفہوم بیان فرمایا کہ ”السّخاتم لما سبق والفتح لما انقلب“ (“نسخ البلاغہ“ خطبہ نمبر ۷ مطبوعہ بیروت۔ طبع ثانی ۱۹۸۲ء) یعنی پہلے تمام نبیوں کے فیضان ختم ہو گئے آئندہ جو کچھ ملے گا چشمہ محمد ﷺ سے ملے گا کیونکہ آپ فاتح ہیں۔ آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں کہ تقسیم میں کرتا ہوں، عطا کرنے والا اللہ ہے۔

## نبیوں کی امامت کا لطیف فلسفہ

4۔ حضرت مصلح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:-

”اور یہ جو دکھایا گیا کہ آپ نے سب نبیوں کی امامت کرائی اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کا سلسلہ عربوں سے نکل کر دوسری اقوام میں بھی پھیلنے والا ہے اور سب انبیاء کی امتیں اسلام میں داخل ہوں گی اور یہ اشاعت مدینہ میں جانے کے بعد ہوگی اور اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے علاقہ کی حکومت دی جائے گی۔“

(تفسیر کبیر سورہ اسراء صفحہ 294)

## ارواح انبیاء سے ملاقات

5۔ روایت میں ہے لقی ارواح الانبیاء (“درمنثور“ جلد 4 صفحہ 144) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں سب نبیوں کی روحوں سے ملاقات فرمائی۔ “ابن عساکر“ جلد اول صفحہ ۳۸۸ میں یہ فیصلہ کن روایت ملتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے



ارشاد فرمایا کہ میں اور جبرائیل بیت المقدس میں اس جگہ پہنچے جہاں سے مجھے معراج ہوا جس میں ارواح عروج کرتی ہیں پھر بتایا کہ اس کے بعد مجھے سب پہلے آدمؑ ملے جن کے سامنے آپ کی ذریت میں ہونے والے مومنوں اور فجار دونوں کی روئیں پیش کی جاتی ہیں۔ خدائے علیم وخبیر کو علم تھا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ نظریہ ”حیات مسیح“ کے نتیجہ میں ہزاروں کلمہ گو عیسائیت کا شکار ہو جائیں گے اس لئے اللہ جل شانہ نے بشمول حضرت عیسیٰؑ سب نبیوں کی ارواح سے ملاقات کرا کے بتا دیا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آسمان پر حضرت مسیحؑ ناصر مہدی کی صرف روح ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے معراج کے اس پہلو کی مزید وضاحت سپرد قرطاس کی جاتی ہے۔

”انبیاء تو سب زندہ ہیں مردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی تھی..... معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسیٰؑ کو حضرت یحییٰؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا۔“ (”آئینہ کمالات اسلام“ ضمیمہ صفحہ 9)

## آخری زمانہ کے فتن و مفسد کی خبر

6- روح محمدیؐ کو اس سفر آسمانی میں اپنی امت کے ”آخرین“ کے زمانہ میں ابھرنے والے فتن و مفسد کی اس کثرت سے اطلاع دی گئی کہ عقل انسانی و رطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ”در منثور“ جلد 4 کے مجموعہ روایات پر سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور یاجوج ماجوج کو دیکھا (صفحہ 152 و 155) دنیا ایک حسین بڑھیا کی صورت میں نظر آئی۔ یہود و نصاریٰ اور سود خور متمثل کر کے دکھلائے گئے کہ آخری دور میں سب عالمی فتنوں کا سرچشمہ یہی لوگ بننے والے تھے۔ (صفحہ 142، 143، 147) ابن عساکر (مطبوعہ بیروت) جلد اول صفحہ ۳۸۸، ۳۸۹ میں مذکور آنحضرتؐ کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے معراج میں اپنی امت کے وہ لوگ بھی دیکھے جو حلال کو چھوڑ کر حرام کھائیں گے۔ سودی

کاروبار کریں گے۔ دوسروں کی غیبت کرنے والے ہوں گے اور زنا کا ارتکاب کریں گے۔ اسی طرح ”تفسیر ابن کثیر“ (زیر آیت اسراء) کے مطابق امانت میں خیانت کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کو بھی آپ نے ملاحظہ کیا اور ان تخریب کاروں کے کروت بھی آپ کو دکھائے گئے جو اپنے خبث باطن کے باعث سڑکوں پر دھرتا مار کے بیٹھ جائیں گے اور کانٹے دار لکڑی کی مانند عوام کے کپڑے پارہ پارہ کر دیں گے۔ یعنی ان کے مظاہروں سے پوری دنیا کا امن یکسر خطرہ میں پڑ جائے گا۔

اسی پر بس نہیں سرکارِ دو عالم کو دور آخرین کے بدقماش ملاؤں کا بھیانک منظر بھی دکھلایا گیا چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:-

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ليلة اسرى بی مرتوت بناس

تقرض شفاهم بمقاریض من نار كلما قرضت عادت كما كانت

فقلت من هؤلاء یا جبریل قال هؤلاء خطباء امتک يقولون مالا

يقولون“ (در منشور جلد 4 صفحہ 150)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسراء کی رات میں ایسے لوگوں سے گذرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا لیکن وہ پھر بڑھ جاتے تھے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں سے کہیں گے مگر خود اس پر عمل نہیں کریں گے۔

### عالمی غلبہ اسلام کا پر کیف منظر

7- آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی (سورہ توبہ دفع) اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی احادیث میں مذاہب عالم پر غلبہ اسلام مہدی امت سے وابستہ کیا گیا ہے۔

صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج میں اس کا پر کیف نقشہ بھی دکھلایا گیا جو

حضرت ابن عباس کی حدیث (مندرجہ ”در منشور“ جلد 4 صفحہ 150۔ ”مسند احمد بن حنبل“ جلد 1

صفحہ 271) میں موجود ہے اس حدیث کا ترجمہ دیوبندی عالم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے

درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا کہ موسیٰ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سراو پر اٹھائیے اور دیکھئے۔ سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔“

(”نشر الطیب“ صفحہ 54 ناشر تاج کمپنی لاہور)

سیدنا مصلح موعودؑ معرفت و حکمت سے لبریز ”تفسیر کبیر“ جلد 4 صفحہ 397 میں تحریر فرماتے ہیں:-

”میرے نزدیک اس کشف (یعنی معراج۔ ناقل) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی سفر کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب اسلام پر تاریکی کا زمانہ آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے تابع وجود کے واسطہ سے پھر دنیا کی ہدایت کے لئے مقرر کرے گا اور اس تابع کے واسطہ سے وہی برکات مسلمانوں کو پھر ٹپس گی جو انبیاء بنی اسرائیل کو اور ان کے اتباع کو ملی تھیں۔ اسی کی طرف سورہ جمعہ میں بھی اشارہ ہے۔“

لیکن جب ہم سورہ جمعہ کی آیت و آخرین منهم لما یلحقوا کا مطالعہ کرتے ہوئے اگلی آیت تک پہنچتے ہیں تو اس کے معا بعد یہود کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر تم برگزیدہ لوگ ہو تو موت کی تمنا کر کے اپنا سچا ہونا ثابت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے ذکر کے ساتھ دعوت مہلبہ میں ایک زبردست پیشگوئی مضمحل ہے اور غالباً اس پیشگوئی کو شرق اوسط کے ایک بزرگ شاعر الشیخ محمد رضا شعی عراقی نے اپنے اشعار میں کمال خوبی سے بے نقاب کیا ہے:-

واکبر ظنی لو اتانا محمد

للاقی الذی لاقاه من اهل مكة

اذن لقضى لا منهج الناس منهجی

ولا ملة القوم الا و اخر ملتى

(”دیوان الفی“ صفحہ 107 ناشر مطبعہ لجنة التالیف والترجمة والتبشیر 1940ء)

(ترجمہ) میرا ظن غالب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہمارے پاس دوبارہ تشریف لے آئیں تو آپ کو آج بھی اپنی امت کے ہاتھوں اُسی قسم کے مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح آپ اہل مکہ کے ہاتھوں دوچار ہوئے۔ پیغمبر خدا ہمیں دیکھ کر یقیناً یہ فیصلہ کریں گے کہ لوگ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ میرا بتایا ہوا طریق نہیں اور آخری زمانہ کے لوگوں کا مذہب ہرگز میرا مذہب نہیں۔

یہ عجیب تعریف خداوندی ہے کہ مسلم دنیا کے اسی تاریک ترین دور میں سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو 1883ء میں بذریعہ روایا بشارت دی گئی کہ

”عنایت الہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجہ ہیں اور یقیناً کامل ہے کہ اس قوت ایمان اور اخلاص اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہو گئے ہیں پھر خداوند کریم یاد دلانے کا اور بہتوں کو اپنے خاص برکات سے متمتع کرے گا۔“ (”مکتوبات احمدیہ“ جلد اول صفحہ 20 اشاعت 29 دسمبر 1908ء)

### زندہ معراج اور زندہ نبی

8- تیسری صدی ہجری کے محدث حضرت ابوبکر بن عمر و حافظ الخزاعی (متوفی 292ھ) نے حضرت علیؑ سے معراج کے باب میں یہ حدیث درج کی ہے کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا اے محمدؐ! یہ آیت پڑھو **هو الذي يصلي عليكم وملائكته** الخ (بحوالہ نشر الطيب صفحہ 77)

مذہبی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مظہر اتم الوہیت ہیں جن پر خدا اور اس کے فرشتے ازل سے ابد تک رحمت بھیج رہے ہیں۔ حاجی الحرمین سیدنا حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؒ نے ایک بار درود شریف سے آنحضرت ﷺ کے افضل الرسل اور زندہ نبی ہونے

ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”زمین گول ہے۔ اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشاء ہے۔ ایک جگہ اگر عشاء ہے تو دوسری جگہ شام ہے ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ عصر کا وقت ہوگا غرض ہر گھڑی اور ہر وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ دنیا میں کروڑ در کروڑ رکوع اور سجدہ کرتے اور درود پڑھتے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں..... اس سے ثابت ہے کہ وہ تمام رسولوں نبیوں اور اولیاء کا بھی سردار ہے کیونکہ دنیا میں جس قدر رسول گزرے ہیں ان کی امتیں ان کے لئے دعائیں نہیں کرتیں۔“

(”الحکم“ 14 جنوری 1908ء بحوالہ ”حماد خاتم النبیین“ صفحہ 368، 369 مرتبہ حضرت

مولانا محمد اسماعیل صاحب حلاپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان۔ جنوری 1936ء)

درد و شریف کا یہ غیر محدود اور لامتناہی سلسلہ اس امر کا بھی بھاری ثبوت ہے کہ روح محمدی کا نورانی معراج ہرگز ختم نہیں ہوا بلکہ آیت والاخرة خیر لک من الاولی (الضحیٰ) کی زد سے بھی ابد الابد تک کے لئے جاری و ساری ہے حضرت مصلح موعودؑ نے ایک بار اپنے ایک خط کے دوران پر شوکت الفاظ میں فرمایا:-

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ انسان ہیں جو ایک سینڈ میں کروڑوں میل خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھ جاتے ہیں۔“

(”الفضل“ 16 جون 1944ء صفحہ 8 کالم 3)

20 فروری 1903ء کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؒ نے خطبہ کے دوران حضرت مسیح موعودؑ کا درد و شریف کی نسبت یہ مشاہدہ سامعین کو بتایا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اس کی لالچٹانیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں..... درد و شریف کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ لڑکی ٹالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کلمت سے درود شریف پڑھے۔“ (”الحکم“ قادیان 28 فروری 1903ء صفحہ 7 کالم 1)

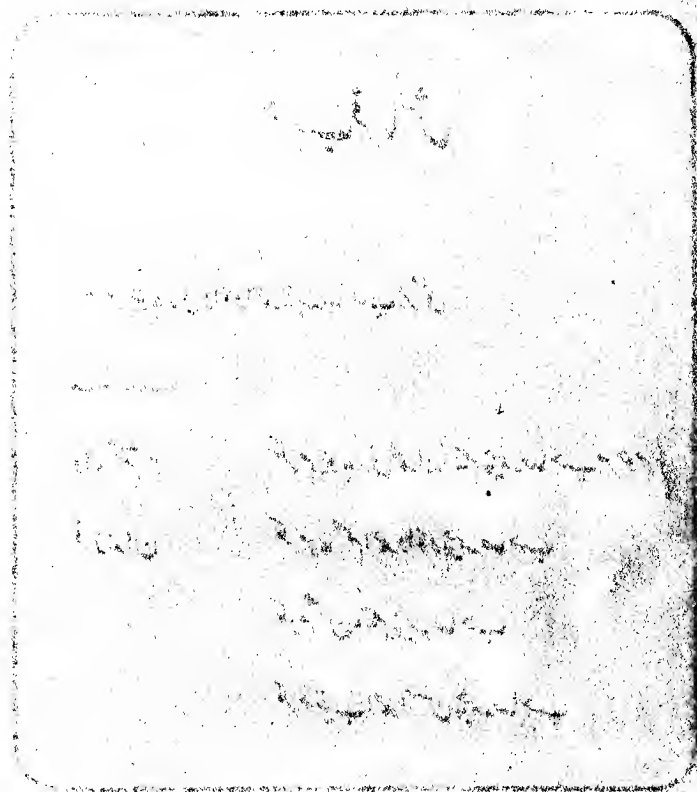
## صاحب المعراج کے عاشق صادق کی عالمگیر دعوت

اس تحقیقی مقالہ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سچا موعود اور مہدی مسعود کی ایک عالمگیر دعوت پر ختم کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:-

”اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی رُوح جو شرقی اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تحت پڑھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی سچوئی اور دعوت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نظموں کے انجام پاتے ہیں۔“

(”تزیین القلوب“ صفحہ 5-7)

اللہم صل علی محمد وآل محمد وبارک وسلم فیک محمد مجید



## حسب فرمائش

مکرم چوہدری داؤد احمد چیمہ صاحب جرنی

منجانب -

والد محترم: مکرم چوہدری محمد ابراہیم چیمہ صاحب مرحوم

فرزندان: مکرم عاصم احمد داؤد چیمہ صاحب

مکرم محسن ویم چیمہ صاحب

مکرم فیبا احمد حسن چیمہ صاحب



